فون نمبر: 35863260 35862956 مدیر: چوہدری ریاض احمد
Email: centralanjuman@yahoo.com
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے
جلد نمبر 98 شمارہ نمبر 24-23

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھا کر جلسہ سالانہ میں ضرور شامل ہوں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد گرامی

''اس جلسہ میں جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے۔ ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ کاموں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے۔ اور اسی کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی اور مکّرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے''۔

جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے والوں کے لئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں

''ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دُور فرماوے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم و مشکلکشا ہماری تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما۔ کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین''

منظوم نذرانہ عقیدت بحضور مجدد صد چہاردہم

ازقلم ملک بشیراللہ خان راسخ

لب پہ دُرود وصلوٰۃ دِل میں لاالہ رکھتے تھے
اُمت محمدی میں رتبہ سب سے جدا رکھتے تھے

شکست فاش دے گئے دشمنان دین کو
گردن کفر توڑنے کی ہر دوا رکھتے تھے

منزلیں عبور کیں سلوک اور عرفان کی
منزل عشق پہ اک مقام فنا رکھتے تھے

دشمنوں سے بھی تعلق دوستوں کے ساتھ ساتھ
نہ توڑا دِل نہ دِل کسی سے خفا رکھتے تھے

جس نے دیکھا بس ہوا دل بھی گھائل ہوگیا
معصوم تھے حُسن یوسف کی جلا رکھتے تھے

محمد علی، عبدالکریم، اور نوردین کو دیکھئے
پارساؤں میں بھی کتنے پارسا رکھتے تھے

ایمان کے افلاک میں پرواز کر گئے
پروں پہ اپنے چادر انبیاء رکھتے تھے

جادوگروں کے دیس میں دشمنوں کے جال میں
کچل دیا، ہاتھوں میں موسیٰ کا عصا رکھتے تھے

سوال و اعتراض کے پہاڑ تھے چاروں طرف
جوابی حملہ تھا کہ حشر اٹھا رکھتے تھے

بحر ظلمات میں اور آتش غرور میں
دیا جلا رکھتے تھے ابراہیمی رضا رکھتے تھے

عاشقان مصطفےٰ کی فہرست ذرا دیکھئے
فنا فی الرسول میں مقام انتہاء رکھتے تھے

مستعار دلوں کو کھینچ کر سینے سے لگا لیا
محسن قالب کا دروازہ کھلا رکھتے تھے

نعرہ منم مسیح ببانگ بلند می گویم
بالمقابل قاتلاں لب کُشا رکھتے تھے

دیس کے سب لوگ یہ گواہی دے گئے
گفتار اور کردار میں بدن پارسا رکھتے تھے

آؤ مل بیٹھیں کہ وہ چاہتے تھے کیا
چشمہ معرفت پہ پہنچنے کی چاہ رکھتے تھے

راسخ تو بدنصیب ہے اور بے وفا بھی ہے
تو بے وفا سہی تجھ سے تو وہ امید وفا رکھتے تھے

محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے

اور دُعا میں شریک ہونے کے لئے جلسہ میں شمولیت ضروری ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد گرامی

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت پر ظاہر ہو کر بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو، اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہے تا کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق پیدا ہو جائے، سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیے اور دُعا کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت سے یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے اوپر روا رکھ سکیں لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں چار روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت وفرصت وعدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں تو حتی الوسع تمام دوستوں کو **محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے** اس تاریخ پر آجانا چاہیے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھانے کے لئے بدرگاہ عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدابیر اور قناعت شعاری سے تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلاتوقف سرمایہ میسر آجائے گا گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔

بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دُور فرما دے اور ان کی ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی امنگیں ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد خلیفہ ہو۔ اے خدا ذو المجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشاء یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو حاصل ہے۔ آمین ثم آمین۔ (آسمانی فیصلہ)

☆☆☆☆

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

منصب امارت سنبھالنے کے بعد ''سالانہ دعائیہ'' کے موقع پر پہلا خطاب

سب حاضرین کو اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

میرا یہ خطاب تمام حاضرین مرد و خواتین اور خاص کر ان ننھے بچوں سے ہے جو کہ ابھی اپنی ماؤں کی گودوں میں ہیں۔ ان بچوں کو میں اس لئے خطاب کر رہا ہوں کہ میں اُس دن کا خواب دیکھ رہا ہوں کہ جب یہ بچے بڑے ہوں گے تو تحریک احمدیت موجودہ آئینی اور قانونی پابندیوں سے آزاد ہو گی اور ان تمام بچوں اور ان کے بعد آنے والے بچوں کو اپنی ماؤں کی گودوں میں آزاد ماحول میسر ہو گا۔

میں ان بچیوں اور خواتین سے بھی مخاطب ہوں جن کے گھروں میں ہماری احمدی امانتیں پرورش پا رہی ہیں اور یہ ان کی نگہداشت اور پرورش کریں۔ وہ احمدیت کو ایک قابل فخر مقام سمجھ کر یقین کے ساتھ اپنی اولاد کے سامنے پیش کریں۔

میں نے سورۃ العصر کی تلاوت سے خطبہ کا آغاز کیا ہے۔ اس کے مضمون سے آپ سب بخوبی واقف ہیں ۔ اس کے ترجمہ کو بھی آپ سب جانتے ہیں۔ **والعصر** زمانہ کو بھی کہتے ہیں۔ کسی وقت کو بھی کہتے ہیں۔ دن اور رات کو بھی کہتے ہیں۔ کسی ساعت کو بھی کہتے ہیں۔ کسی لمحہ کو بھی کہتے ہیں اور نچوڑ کو بھی عصر کہتے ہیں۔ سب دینوں کے نچوڑ کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ صدیوں سے لے کر ایک سیکنڈ کے چھوٹے سے چھوٹے حصہ تک کو بھی العصر کہتے ہیں۔ انسان کے ذہن میں بھی وقت کا ایک تصور ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو موقع دیتا ہے کہ وہ صحیح فیصلہ کرے اور اگر اس وقت وہ غلط فیصلہ کرے تو انسان گھاٹے میں چلا جاتا ہے۔

مجھے بھی اللہ نے اس منصب کو قبول کرنے میں ایک فیصلہ کا موقع عطا فرمایا میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا امتحان جو میرے سامنے آیا اس میں میری مدد کی۔

میں نے یہ فیصلہ کسی مالی حساب کتاب کو پیش نظر رکھ کر نہیں کیا۔ میں نے جو سودا کیا ہے وہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور اگر حضرت حکیم مولانا نور الدین ضائع نہیں ہوئے اور ایسا ہی سودا حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا اور وہ ضائع نہیں ہوئے۔ حضرت مولانا صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ ضائع نہیں ہوئے۔ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ضائع نہیں ہوئے۔ حضرت ڈاکٹر اصغر حمید صاحب ضائع نہیں ہوئے۔ اس لئے مجھے اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہے کہ مجھے بھی وہ ضائع نہیں کرے گا کیونکہ میرے نقصان یا ضائع ہو جانے سے پوری جماعت کو نقصان ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جماعت کہا ہے۔

مجھے ہمیشہ آپ سب کا تعاون اور ساتھ چلنے کی ضرورت ہے۔ میری قوت اور بازو آپ ہیں۔ اکیلا ایک انسان عظیم الشان کام نہیں کر سکتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں آخری اور افضل ترین نبی تھے۔ ان کے بعد نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا نبی آئے گا۔ ہم ان کے نبی آخر الزمان ہونے پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا یہ مشن ہونا چاہیے کہ اس پیغام کو گھر گھر پہنچا دیں کہ لاہور جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل طور پر آخری نبی مانتی ہے۔ جس کسی کو ہمارا عقیدہ بتایا جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ لاہور جماعت کے ان عقائد کا تو ہمیں علم نہ تھا۔ اس حقیقت کو ایک پیغام سمجھ کر اپنے ساتھ لے جائیں۔ مجددین کا سلسلہ جاری رہے گا اور مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد نے اسلام کے دفاع اور اشاعت کا جو عظیم الشان کام شروع کیا۔ جماعت کے بزرگوں اور عمائدین نے اس کام کو جاری رکھا اور اس جماعت کی قیادت کی ذمہ داری پورے اخلاص اور لیاقت سے ادا کی۔ ہمارے گھروں میں ان کا ذکر برکت کا موجب سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ ان بزرگوں اور عمائدین میں سے کوئی بھی باقاعدہ کسی مذہبی مدرسہ سے فارغ التحصیل نہ تھا۔ سب کو عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق کی بدولت اور روحانی برکات کے طفیل علم اور بصیرت حاصل ہوئی تھی۔ ان کی آنکھیں کھلی تھیں، ان کے کان کھلے تھے۔ ان کے دلوں میں بصیرت تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو علم کی روشنی سے منور کر دیا تھا۔ میں بھی

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے وہ ضروری علم عطا کر دے کہ میں آپ کی رہنمائی کر سکوں جس کی ذمہ داری مجھے سونپ دی گئی ہے۔

فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتی اسلام ہوجائے اس طوفان سے پار
میرے سقم و عیب سے اب کیجئے صرف نظر
تا نہ ہوں خوش دشمنِ دیں جس پہ ہے لعنت کی مار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کو بندوں کی سن لے پکار
تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہوتو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہر دم تیز وار
اک زمانے کے بعد آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کب آوے یہ دن اور یہ بہار
اے خدا کمزور ہم ہیں اپنے ہاتھوں سے اٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اٹھا لے سارا بار

آپ کی قیادت جو مجھے سونپی گئی ہے۔ اس کے متعلق میں اپنے اندر احساس ذمہ داری اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا طلبگار رہنے کی التجا کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند اشعار کا سہارا لے رہا ہوں:

اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ اب جیسے جیسے وقت گذرے گا اور لوگ آپ کے ساتھ شامل ہوتے جائیں گے۔ ہر جگہ سے خبر آئے گی۔ آپ کو نظر آئے گا کہ فوجیں تیار ہیں جو آپ سے آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا وعدہ ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''میں دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک سائل جو اس روحانی مجلس کے لئے سفر اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے ساتھ ہوگا اور اس کو عظیم اجر بخشے گا اور اس پر رحم کرے گا اور اس کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اس پر آسان کر دے گا۔ اس کے غم دور فرما دے گا اور اس کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت فرمائے گا اور اس کی مرادوں کے پورے ہونے کی راہ کھول دے گا اور روزِ آخرت اپنے ان بندوں کے ساتھ اٹھائے گا جن پر اس کا فضل اور رحم اور انعام نازل ہوا اور سفر کے اختتام پر ان کا حامی و ناصر ہوگا۔ اے رحیم و کریم اور مشکل کشا خدا یہ تمام دعائیں قبول فرما اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کیونکہ ہر قوت کے عطا کرنے کا اختیار تجھ ہی کو ہے۔

ایک استاد ہونے کے ناطے سے مجھے اور میری طرح دوسرے لوگ جو اس پیشہ سے منسلک ہیں یہ جانتے ہیں کہ پہلے مقصد متعین کیا جاتا ہے اور پھر اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ وسائل اور کام کے اہل لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ ہماری جماعت کا مقصد تو پہلے ہی متعین ہو چکا ہوا ہے۔ وہ مقصد اور لائحہ عمل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب اور ارشادات میں کامل یقین اور مضبوط دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہوا ہے کہ صحیح اسلام کی اشاعت و تبلیغ ہی ہمارا سب سے اول اور بنیادی مقصد ہے۔ ہمارا یہ بھی ایک اہم مقصد ہے کہ ہم انفرادی طور پر اور من حیث القوم تقویٰ کو اپنی روزمرہ زندگی میں پیدا کریں اور لوگوں کے لئے نمونہ ثابت ہوں اور ہماری ہر جماعت اور ہماری ہر جامع لوگوں کے لئے مشعل راہ ہو۔ اس جماعت کی اصلاح، اس کو اور زیادہ منظم کرنا اور اس کے لئے فلاح و بہبود کے منصوبوں پر عمل کرنا ہمارے مقاصد میں سے ہے۔

جب ہم نے اپنے لئے مقاصد کا تعین کر لیا تو اب اس کے لئے حکمت عملی کا منصوبہ تیار کرنا ہوگا۔ اس کو جدید زبان میں کہتے ہیں Structrural Strategy یعنی کسی منصوبہ کو مکمل کرنے کے لئے حکمت عملی کا اختیار کرنا۔ منصوبہ کی کچھ باتیں میں نے ابھی بیان کر دی ہیں۔ اس میں اس ملک کے اندر اور ملک سے باہر افراد اور جماعتیں بھی شامل ہوں گی اس کے بعد ان مسائل کا جائزہ لینا ہوگا اور پھر ان مسائل کا حل تلاش کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنی مرکزی جماعت کے ذریعہ ملک کے اندر اور ملک سے باہر جماعتوں کو قوت اور رہنمائی دینی ہے۔ حالات کا نئے سرے سے جائزہ لینا ہوگا تاکہ بنیادی مقاصد کے حصول میں جو کمی رہ گئی ہے اس کو دور کیا جاسکے۔

جس خواب کا اب میں ذکر کرنے لگا ہوں گو میں ذاتی طور پر خوابوں کا بیان کرنا پسند نہیں کرتا لیکن کئی خواب ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق دوسرے سے ہوتا ہے تو ایسے خواب کے بیان سے دوسروں کو بھی اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔خواب یہ ہے کہ میں دارالسلام کالونی میں ایک نہایت عمدہ صاف، روشن اور انتہائی سلیقہ سے سجے سجائے دفتر میں بیٹھا ہوا ہوں۔اس کے اردگرد بہت سے نہایت خوبصورت سرسبز سدابہار پودے رکھے ہوئے ہیں جو بڑے دلکش نظر آرہے ہیں۔ان کے مختلف سائز ہیں۔کوئی بڑے ہیں، کوئی درمیانے ہیں اور کوئی بہت چھوٹے ہیں۔میں ان کو ایک بڑے ڈول سے پانی دے رہا ہوں اور میں دل میں یہ کہتا ہوں کہ لوگ اللہ سے بھی نہیں ڈرتے اور رسول اکرم صلعم کے پودوں کو سوکھا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اور انہیں چرانا چاہتے ہیں۔وہاں کچھ نہایت چھوٹے چھوٹے پودے بھی ہیں جن کو میں پانی دیتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ کہیں زیادہ پانی دینے سے ان کو نقصان نہ پہنچے تو پھر خواب میں ہی سوچتا ہوں کہ میری بیوی جس کو پودوں کا بہت شوق ہے اس سے مشورہ لے لوں کہ میں ان ننھے منے پودوں کو کس طرح پانی دوں تا کہ ان کو نقصان نہ پہنچ جائے۔میں مزید تفصیل بیان نہیں کرتا۔بحرحال ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلعم کی امت میں بڑے ایمان والے پودے ہیں۔درمیانے ایمان والے پودے بھی ہیں اور یہ چھوٹے بچے بھی ہیں جنہوں نے ایمان میں نوجوان ہونا اور ترقی کرنا اور خدمت دین میں بڑے بڑے کام سرانجام دینے ہیں۔ایسے پودے اس میں بھی ہیں۔اور ہمارے اردگرد بھی ہیں۔ہم ان کی روحانی تربیت کا بندوبست کریں اور ان کی پرورش میں اپنے تمام وسائل خرچ کردیں۔اور رسول اکرم صلعم کے وہ پودے جن کو غیر دینی طاقتیں چرانا چاہتی ہیں ظالموں سے ان کو بچانا ہے۔

ہمیں اپنے فرائض مل کر نبھانا ہوں گے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مدد فرمائے۔آمین

☆☆☆☆

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ”پیغام صلح“ کے سالانہ خصوصی شمارہ کے لئے پیغام

اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔

میں اللہ تعالیٰ کے بے انتہاء رحم اور مہربانیوں کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں اس دعائیہ میں ایک اور موقع عطا فرمایا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس جلسہ کو کامیاب، بامقصد، باحفاظت اور دلوں میں نیک تبدیلیاں لانے کا موجب بنائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان چند دنوں میں مشغول عبادت رہیں اور اس دعائیہ میں تمام احباب جماعت اسلام اور اس کی بہبود و ترقی کے لئے دعائیں کریں۔

میری دعا ہے کہ ان دنوں میں کی ہوئی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرمائے۔اس میں شرکت کرنے والوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور خیریت سے اپنے گھروں میں واپس لے جائے۔ان کی غیر موجودگی میں ان کے گھر والوں اور ان کی املاک کی حفاظت فرمائے۔آمین

میں پیغام صلح کے ادارہ، جماعت کے تمام کارکنوں اور خصوصاً ان لوگوں کو جنہوں نے اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔انہیں اللہ اس کا اجر عطا فرمائے۔آمین

میں تمام آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں اور اس دعائیہ مجاہدہ میں شمولیت پر مبارکباد دیتا ہوں۔میں نے تمام منتظمین کو ہدایت کی ہے کہ وہ آنے والے تمام مہمانوں کا خاص خیال رکھیں اور اگر کوئی کمی رہ جائے تو اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ اس دعائیہ کو تمام برکتوں سے نوازے۔آمین

آیئے! اوراس دعائیہ میں شامل ہوکر اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی تدابیر کیجئے

کیونکہ اسلام کے سوائے کوئی راہ دنیا کے امن واتحاد کی نہیں

از: حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

قومی اجتماعات اور سالانہ جلسے دنیا میں ہر قوم اور مجلس کی طرف سے منعقد ہوتے ہیں لیکن شاید ہی کوئی ایسا اجتماع ہو جس کے پیش نظر اس قدر بلند اغراض ہوں جیسی ہمارے سالانہ دعائیہ کی ہے۔ اللہ کا نام دنیا میں بلند کرنا، دنیا کو اس امن واتحاد کا پیغام دینا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور جس کے ذریعہ سے دنیا ان مصائب اور تکالیف، اس بدامنی اور پریشانی سے نکل کر جو اس وقت اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس دشمنی اور عناد۔ تباغض اور تحاسد۔ باہمی نفرت اور حقارت کو چھوڑ کر جو قوموں اور ملکوں کی تباہی اور بربادی کا موجب ہو رہی ہے۔ اخوت و مساوات اور عالمگیر برادری کا رنگ اختیار کرسکتی ہے۔

یہ وہ غرض ہے جو اس زمانہ کے ماموراور مجدد نے ہمارے سامنے رکھی اور غور کر کے دیکھا جائے تو یہی ایک چیز ہے جس کو حاصل کئے بغیر دنیا میں نہ امن قائم ہوسکتا ہے اور نہ موجود مصائب اور پریشانیاں کسی طرح ختم ہوسکتی ہیں۔ اس وقت انسان انسان کو کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے، قومیں قوموں کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ان کی اصلاح کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ دنیا کا تعلق خدا تعالےٰ کے ساتھ جوڑا جائے اور اس حقیقت کو ان کے ذہن نشین کرایا جائے کہ تمام قومیں ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں۔ ملک ووطن اور رنگ ونسل کے اختلاف وافتراق کے باوجود مساوی حقوق اور آزادانہ زندگی بسر کرنے کا یکساں حق رکھتی ہے۔ یہ وہ نظریہ ہے جو صرف اسلام نے پیدا کیا ہے اور صرف نظریہ ہی نہیں بلکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں میں اخوت ومساوات پیدا کر کے قومی، نسلی اور لونی امتیازات کے باوجود قوموں اور ملکوں میں محبت اور اتحاد قائم کر کے یہ ثابت کردیا ہے کہ دنیا میں امن و اتحاد پیدا کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

اسلام نے ایک خدا کو منوا کر تمام مخلوق کے اندر اخوت ومساوات قائم کردی اور آج دنیا اگر امن کا منہ دیکھ سکتی ہے تو اسی ایک ذریعہ سے کہ اس واحد خدا کے آستانہ پر جھک کر اور محمد رسول اللہ کی غلامی میں آکر، مساوات و محبت واتحاد کا سبق حاصل کیا جائے۔ یہ وہ سبق ہے جو عملی رنگ میں دنیا دیکھ چکی ہے۔

حضرت مجدد وقت نے اسی پیغام اخوت کو دنیا میں لے جانے اور اسی محبت واتحاد کو اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا ہے۔ اور ہمیں بتایا ہے کہ اسلام کے غلبہ کے سوائے کوئی راہ دنیا کے امن واتحاد کی نہیں۔ اس غلبہ کا وقت اب قریب ہے لیکن اس کو قریب تر لانے کے لئے ہماری کوششوں اور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اسی جدوجہد جن کے لئے حضرت امام وقت کا ارشاد گرامی ہے۔

''پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں ضرور ہے کہ اسے آسمان چڑھنے سے روکے رکھے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہوجائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھودیں اور اعزاز کے لئے ساری ذلتیں

یہ قبول کرلیں ،زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے''۔

(فتح اسلام)

ہمارے بعض احباب سالانہ جلسہ کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو اس کا حق ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سالانہ جلسہ کو ہمارے دینی جہاد کے لئے ایک محور کے طور پر قرار دیا ہے۔چنانچہ ۱۸۹۱ء میں جب آپ کا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ازالہ اوہام میں شائع ہوا۔تو اس کے ساتھ ہی اس کتاب میں یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کی بنیاد رکھی گئی اور بات بھی صاف تھی۔جب آپ کو یہ علم دیا گیا کہ دجال اور یاجوج ماجوج کے متعلق جو ذکر قرآن شریف اور احادیث میں ہے اس کی مصداق یورپ اور امریکہ کی قومیں ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ آپ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھتے۔آپ نے فوراً دعویٰ کے ساتھ ہی ایک جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی اور اسی سال ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو آپ نے کچھ احباب کو مشورہ کے لئے طلب کیا اور ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء کو یہ فیصلہ کرنے کا اعلان کیا کہ ایک سالانہ جلسہ ہر سال ایام دسمبر میں ہوا کرے گا۔جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں۔(مجموعہ اشتہارات نمبر ۷۵)

۱۸۹۲ء میں سب سے پہلا سالانہ جلسہ ہوا۔اس جلسہ کی دعوت دیتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا:

''چونکہ سال گذشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دینی و مشورہ اعلائے کلمۂ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں''۔اس اعلان کے نکلنے پر بعض تنگ نظر علماء نے ایسے جلسے کو ایک بدعت قرار دیا۔اس فتویٰ کا خلاصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الفاظ ذیل میں دیا ہے:''ایسے جلسہ پر جانا بدعت ہے اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کے لئے کتاب وسنت میں کوئی شہادت نہیں اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مرُدود ہے''۔اس کے بعد آپ نے احادیث سے اس کا جواز ثابت کرتے ہوئے اسی دینی جہاد قرار دیا ہے اور اسی آیت قرآنی کو نقل کیا ہے: **واعدوا لهم مااستطعتم من قوة** ۔ابتدائی اشتہار میں آپ نے اس کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ اس میں حاضری کو تمام احباب کے لئے ضروری قرار دیا ہے اور یہ الفاظ تحریر فرمائے ہیں:''حتی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کرلیں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہوجایا کریں بجز ایسی صورت کے کہ ایسے موانع پیش آجائیں جن میں سفر کرنا اپنی حد اختیار سے باہر ہو''۔

اس لئے میں اس وقت اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتا۔بس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ نقل کردیتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ کوئی دوست جس کی طاقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس حکم سے انکار نہ کرے گا۔

ہمارا سالانہ دعائیہ انہیں کوششوں کے ذرائع سوچنے

رستے تلاش کرنے اور اس کے لئے سامان مہیا کرنے کے لئے منعقد ہورہا ہے۔یہ بلند ترین غرض ہے جو دنیا کی اور مجالس اور اجتماعات میں نظر نہیں آتی۔

اس لئے آیئے!

اور اس دعائیہ میں شامل ہوکر اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی تدابیر کیجئے خود آیئے اور دیگر بھائیوں کو بھی ساتھ لایئے کہ اسی میں آپ کی اور تمام دنیا کی خوشحالی مضمر ہے۔(ماخوذ از تحریرات حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ)

☆☆☆☆

اختلاف کو مٹانے اور اتحاد و یکجہتی پیدا کرنے کے لئے جلسہ سالانہ پر ساری قوم جمع ہو

خدا اور رسول اور مسیح موعود کے ارشادات کے پیش نظر

حضرت امیر مرحوم مولانا صدرالدین صاحب کی دردبھری اپیل

دشمن کے مقابلہ کے لئے سامان بہم پہنچانے کی تلقین

''سورۃ الانفال رکوع ۸'' میں اللہ تعالیٰ نے دو چار نہایت قیمتی باتیں امت محمدیہ کو تلقین فرمائی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں جس قدر بھی زور لگ سکے لگا کر پورا سامان تیار کرو۔ اس میں مسلمانوں کی تسلی کے لئے یہ بات بھی بیان فرمائی کہ وہ دشمن جو مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ مسلمانوں سے دشمنی کرنا خدا سے دشمنی کرنا ہے، کتنا بڑا مرتبہ مسلمانوں کو دیا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ خدا کے دین کی حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ تو فرمایا ایسے دشمن کے مقابلہ کے لئے جتنی بھی تیاری کرنی پڑے جس جس طرح کی ضرورت پیش آئے، تیر ہو، تفنگ ہو، تلوار ہو، نیزہ ہو، ہوائی جہاز ہوں، بم ہوں، سرحدوں پر گھوڑے باندھنے کی ضرورت ہو، غرض جس طریق سے بھی دشمن کا مقابلہ کرنا ضروری ہو۔ وہ تمام سامان بہم پہنچائے جائیں۔ اس قوت کے پیدا کرنے کی ضرورت یہ ہے کہ خدا کے دشمن اور تمہارے دشمن خوف زدہ ہو جائیں۔ ان دشمنوں میں ایک تو وہ ہے جو برہنہ ہو کر سامنے آ گیا لیکن ایک اور بھی دشمن ہے کہ سامنے نہیں آتا اور اس کی پیٹھ ٹھونکتا ہے۔ تم ان کو نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے۔ ان تمام دشمنوں کو سامنے رکھ کر ان کے مقابلہ کے لئے ان کو پیدا کرو۔ طاقت و قوت کے سامان فراہم کرنے کے لئے جو کچھ بھی اللہ کے رستہ میں تم خرچ کرو گے تمہیں پورا پورا واپس ملے گا۔ اور اس میں کسی قسم کی کمی نہ ہو گی۔

دشمن سے صلح اور توکل کا سبق

پھر اس کے ساتھ ہی فرمایا ''اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو تو تم بھی صلح کی طرف جھک جاؤ پھر خدا پر توکل کرو'' توکل کے دو پہلو ہیں، ایک تو اپنی استطاعت کے مطابق پورا سامان بہم پہنچایا جائے اور دوسرے یہ یقین ہو کہ فتح حاصل کرنا سامان پر موقوف نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ سامان کو موثر و ار مفید بنا دے اس لئے اس کے حضور دعائیں کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے، میدان جنگ میں خدا کو یاد رکھنے کا سبق کسی نے نہیں سکھایا، سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، آپ ہی نے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے کی تعلیم امت کو دی ہے۔ اگر وہ صلح اختیار کرنے کے بعد کوئی خیانت کریں اور تمہیں دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تیرے لئے کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی نصرت کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ تجھے قوت دی۔ خدا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی اور مومنوں کے اندر بھی ایسا جذبہ پیدا کر دیا کہ وہ آپ کی امداد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

صحابہ کی ایثار نفسی اور باہمی اُلفت

یہ وہ مومنین ہیں جنہوں نے حضرت کے ہاتھ پر جان دینے کی بیعت کی تھی، ان کے متعلق فرمایا ''مومنوں سے خدا راضی ہو گیا جب وہ کیکر کے درخت کے نیچے موت پر تیری بیعت کر رہے تھے'' ان کے ارادوں اور دلوں میں جو ایثار اور بے نفسی کے جذبات پائے جاتے ہیں ان کو ہم خوب جانتے ہیں اور ان کی قدر کریں گے اور اسی لحاظ سے ہم ان کو اجر دیں گے پھر فرمایا کہ ان کے ارادوں میں اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں میں الفت پیدا کر دی، یہ الفت کس درجہ پر پہنچی، انہوں نے ہر رنگ میں ایک دوسرے سے وہ الفت کی کہ دنیا کو عملاً دکھا دیا کہ سچا خدائی فرمان ہے اور تمام مسلمان فی الحقیقت ایک دوسرے کے بھائی ہیں''۔

موجودہ مسلمانوں نے جذبہ الفت ضائع کردیا

آج پچاس کروڑ مسلمان دنیا میں ہیں لیکن خدا کا یہ حکم مسلمانوں نے فراموش کردیا ہے، وہ جذبہ جو انما المومنون اخوۃ میں ہے کہ قوت اور طاقت بڑھے اور دنیا میں نیکی پھیلا سکیں وہ انہوں نے ضائع کردیا۔ خدا نے فرمایا یہ بڑی نعمت تھی اگر دنیا کا سارا مال بھی خرچ کردیتے تو یہ اخوت کا رنگ مال خرچ کرنے سے پیدا نہ ہوسکتا تھا۔ اللہ ہی نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کی۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور مسلمانوں کی غریب جماعت کو غالب کرے گا اور یقین جانو اس کے کاموں میں حکمت ہوتی ہے۔

اختلاف کے موقع پر اصلاح کی کوشش کی جائے

''اے نبی خدا تیرے لئے کافی ہے اور اے مومنو جو نبی کی اتباع کرتے ہو، خدا ہی پر تمہارا بھروسہ ہونا چاہیے اور باہمی اخوت سے اپنے آپ کو مضبوط بنانا چاہیے''۔

ان دو باتوں کو مدِ نظر رکھ کر ہماری قوم کو بھی کوشش کرنی چاہیے کہ باہمی اخوت و محبت سے اپنے آپ کو مضبوط کیا جائے، ہمارے اندر ایک مامور آیا، اس نے قوم کے اندر اخوت کو پھر زندہ کیا اور ایک زبردست قوت پیدا کی، اس قوت کو برقرار رکھنا ہمارا فرض ہے، اختلاف کس جگہ نہیں ہوتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی اختلاف ہوجاتے تھے، اسی لئے آپؐ نے فرمایا ''جب کوئی اختلاف پیدا ہو تو باہم مل جل کر اصلاح کرلیا کرو''۔

حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم

ایک بہت بڑا اختلاف فتح مکہ کے بعد پیدا ہوا، فتح مکہ کے بعد ہی حنین کی جنگ پیش آئی، وہ دس ہزار قدوسی جو فتح مکہ کے موقع پر آپ کے ساتھ تھے، اس جنگ میں بھی شامل ہوئے اور دو ہزار طلقا بھی اس جنگ میں شامل ہوئے تھے جن کو آپ نے فتح مکہ کے بعد معاف کردیا تھا۔ یہ دس ہزار جو قدوسی کہلائے کوئی تعلیم یافتہ لشکر نہ تھا، ہاں باخدا لوگ تھے، اسی وجہ سے انہیں قدوسی کہا گیا۔ ان کے علاوہ دو ہزار طلقا آگے آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ ان کو یہ گھمنڈ پیدا ہوگیا کہ ہم بہت ہیں۔ خدا تو ملامت کرتا ہے کہ تمہیں اپنی کثرت کا گھمنڈ پیدا ہوگیا کہ ہم بہت ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کے تیروں کی تاب نہ لا کر دو ہزار طلقا بھاگ نکلے۔ ان کے بھاگنے سے پچھلے لشکر میں بھی بھگدڑ مچ گئی۔ اس موقع پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاجواب شجاعت دیکھنے میں آئی، آپ خچر پر سوار تھے جس کی رکاب حضرت عباسؓ تھامے ہوئے تھے۔ حضورؐ آگے بڑھتے جا رہے تھے اور بلند آواز سے اعلان کر رہے تھے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب ، آپ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ سے کہا کہ لوگوں کو آواز دو، انہوں نے لوگوں سے اس طرح خطاب کیا، اے درخت کے نیچے موت پر بیعت کرنے والو! واپس آجاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ واپس آگئے اور ان کے آنے پر فتح حاصل ہوگئی، لکھا ہے اس جنگ میں بے انداز مال ہاتھ آیا، چالیس ہزار بکری، چوبیس ہزار اونٹ اور بے حساب چاندی ملی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام مال غنیمت اہل مکہ میں تقسیم کردیا۔

انصار کا اعتراض اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

یہ دیکھ کر انصاریوں نے اعتراض کیا، انہوں نے باہم کہنا شروع کیا کہ ہماری تلواروں سے دشمنوں کے خون ٹپک رہے ہیں اور ہم غنیمت کے اموال سے محروم ہیں اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر اپنے وطنی بھائیوں اہل مکہ ہی کی رعایت کی، اور اب شاید وہ مکہ ہی میں رہیں، غرض مال غنیمت کی وجہ سے دو قوموں میں اختلاف پیدا ہوگیا، حضرت نے جب سنا تو فرمایا ایک خیمہ نصب کیا جائے چنانچہ لگایا گیا، فرمایا اس خیمہ میں صرف انصار ہی آئیں گے، کوئی مہاجر نہ آئے، جب لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے پوچھا کوئی مہاجر تو یہاں نہیں؟ وہ بڑی راستباز، بڑی نکتہ سنج قوم تھی کہنے لگے اور تو سارے انصار ہی ہیں ایک ہماری بہن کا لڑکا ہے جو مکہ سے ہجرت کرکے آیا ہوا ہے اس کے سوائے اور کوئی مہاجر نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ یہ آپ ہی کے متعلق کہا ہے، فرمایا بہن کا بیٹا بھی انہی میں سے ہوتا ہے، پھر پوچھا کیا تم نے یہ کہا ہے کہ ہماری تلواروں سے خون بہہ رہا ہے اور مال اہل مکہ کو دے دیا گیا ہے، انہوں نے کہا بے شک ہم نے کہا ہے، فرمایا بہت اچھا تقسیم کرلو، یا رسول کو ساتھ لے جاؤ اور یا مال لے لو، وہ بڑے خوش ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں خدا کا رسول ہی پسند ہے، فرمایا میری ایک اور بات سن لو

''اگر لوگ ایک وادی میں جارہے ہیں اور انصاری دوسری میں تو میں انصاری ہی کے ساتھ چلوں گا، یہ سن کر قوم کے دل خوش ہو گئے اور انہوں نے کہا ہماری بڑی خوش قسمتی ہے بعض لوگ مال لے کر گھروں کو جائیں گے اور ہم خدا کا رسول لے کر جائیں گے۔

ماموَرمن اللہ کی وصیت

کتنا اختلاف تھا، جہاں انسان ہوتے ہیں وہاں اختلاف بھی ہوتے ہیں ،مبارک ہیں وہ جوان اختلافات کو مٹانے کی کوشش کریں، آپ نے ماموَر من اللہ کو دیکھا ہے، وہ لوگ جنہوں نے آپ کے زمانہ میں قادیان دیکھا ہے ان کی شہادت ہے کہ اس ماموَر نے اس اخوت کو دوبارہ زندہ کر دیا جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی تھی، آپ پر اس کی حجت قائم ہو چکی ہے۔ اس ماموَر نے آپ کو وصیت کی کہ ''میرے بعد سب مل کر کام کرو'' میں خدا کے حکم کے پیش نظر کہ انما المومنون اخوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے پیش نظر کہ واصلحو ذات بینکم ماموَر من اللہ کی وصیت کے پیش نظر کہ سب مل کر کام کرو۔

قوم سے دردبھرے دل سے اپیل

اس جلسہ میں ہر ایک شخص جو سلسلہ عالیہ میں شامل ہے آکر شرکت کرے۔ قوم مقدم ہے افراد پر، قوم کا اتحاد اور سب کا مل کر کام کرنا سب چیزوں سے بڑھ کر ضروری ہے۔ تمام جماعتیں مل کر اس ارادہ سے آئیں کہ قومی اتحاد میں جو رخنہ ہوا اُس کو دُور کیا جائے۔

تمام جماعتوں کے احباب اس نیت سے جمع ہوں کہ ہم نے اختلاف کو مٹانا ہے، جب قوم جمع ہو گئی تو خدا اور رسول کے فرمودہ کے مطابق برکت نازل ہو گی، یکجہتی اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی خاطر ہر ایک فرد اپنے اوپر لازم کرلے کہ اس کی کوئی حرکت ایسی نہ ہو گی جس سے انتشار پیدا ہوتا ہو اور اختلاف بڑھتا ہو، بلکہ ہر فرد پوری پوری جدوجہد کرے کہ اختلاف مٹ جائے۔ ایسے اصحاب کے لئے یقیناً خدا تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر ہو گا۔

☆☆☆☆

صحابہ رسولؐ کا مقام مجدّد زماں کی نظر میں

(از جناب غلام رسول صاحب جانباز)

اک روز مجدد وقت ہوئے جب مسجد میں محفِل آرا
ہر ایک فدائی حاضر تھا جمگھٹ احباب کا تھا سارا
اس بزم میں اللہ والوں کی تھا نور برستا چہروں پر
لاریب وہاں ہر فرد نظر آتا تھا ثریا کا تارا
کی عرض عقید تمندوں نے کچھ مرتبہ آپ کا کم تو نہیں
ابوبکرؓ و عمرؓ سے، کرلے کوئی چشمِ انصاف سے نظّارہ
فرمایا نہ یوں زنہار کہو یارانِ نبی کے بارے میں
بوبکرؓ و عمر و عثمانؓ و علیؓ کی ہمسری کا کس کو یارا
ہے فخر مجھے اس بات میں ہوں گر ان کے کفش برداروں میں
ذی شان تھے سب خلفائے نبی، اور میں اک عاجز بیچارا
وہ نورِ صداقت کو لیکر شمشیر و سناں سے دب نہ سکے
اسلام کی راہ میں پیش نبی ہر اک نے تن من دھن وارا
جب مطلعِ عالم پر ظاہر یثرب کا بدر منیر نہیں
اصحاب سا کیونکر ظاہر ہو افلاک جہاں پر سیارا
ایں غلو پرستاں ایشاں راہمدوش نبیاں می سازند
درپیش حق وانصاف شود ہر کوشش ایشاں ناکارا

(پیغام صلح، 17 مارچ 1939ء)

ہمارا دعائیہ

حضرت امیر مرحوم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کا پیغام

احباب و خواتین سلسلہ کے نام

جماعت کے جو احباب و خواتین ،نوجوان ، بچے اور بچیاں گذشتہ سالوں سے اس مبارک اجتماع میں شامل ہوتے رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس اجتماع کی غرض و غائیت سوائے اس کے کچھ اور نہیں کہ ہم اپنی تمام دینوی مصروفیات سے فارغ ہو کر تین چار دن اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے وقف کر دیں۔ پانچ وقت مل کر اس کے حضور سجدہ ریز ہوں اور اپنے گناہوں، خطاؤں، کوتاہیوں اور فرو گذاشتوں کے لئے اس سے معافی مانگیں، تہجد کی نماز بالالتزام ادا کریں اور حق کی روشنی کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اس کی مدد مانگیں اور اس وقت ہمارے اس راستے میں جو مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کر دی گئی ہیں۔ ان کے دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر دعائیں کریں۔ کیونکہ اجتماعی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس اجتماع میں شامل کچھ ایسے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں جن کے دلوں سے نکلی ہوئی دعائیں اور سسکیاں قبولیت پالیں اور اللہ تعالیٰ کے نور کی دنیا میں اشاعت کے لئے ناگہانی سامان پیدا ہو جائیں۔

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں

جز دُعائے بامداد و گریۂ اسماء نیست

مصیبت کے اس وقت میں ہم بیکسوں کے لئے سوائے دعا اور صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور آنسو بہانے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ دنیا کے سامنے حق وصداقت کو پیش کرنا ہی ہمارا مقصد، آرزو، تڑپ اور مشن ہے جو امامِ وقت اور آپ کے پاک ساتھیوں نے بطورِ امانت ہمارے سپرد کیا ہے۔

یہ آگ جو آخری زمانہ کے دامن کو جلا رہی ہے۔ اسے بجھانے کے لئے بخدا میں کوثر کی نہر ہوں۔ وہ کوثر قرآن کریم ہے اور وہ نہر قرآن علوم و معارف ہیں جن سے یہ آگ بجھ سکتی ہے۔

آج بھی دنیا میں ہر طرف فتنہ وفساد کی ایک آگ بھڑک رہی ہے۔ ہر طرف ہلاکت ہی ہلاکت دکھائی اور سنائی دیتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ خدا سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ ان کی تمام تر کوششیں دنیا کی زندگی کے لئے وقف ہو چکی ہیں جن کے انجام سے متنبہ کرنے کے لئے یہ فرمایا گیا ’’کہہ کیا ہم تمہیں اعمال میں بہت بڑھ کر گھاٹے میں رہنے والوں کی خبر دیں‘‘ وہ جن کی تمام تر کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے بہت اچھے کام بنا رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی ملاقات کا انکار کیا۔ سو ان کے عمل ان کے کام نہ آئے۔ اس لئے ہم قیامت کے دن ان کے لئے وزن قائم نہیں کریں گے۔ ان کی سزا دوزخ ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری باتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑا دیا (الکھف ۷) یہی ذکر سورۃ النزعٰت میں بھی ہے ’’سو جس نے (اللہ تعالیٰ سے) سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور جو اپنے رب کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور نفس کو خواہش سے روکتا ہے تو اس کا ٹھکانہ بہشت ہے‘‘۔

ادنیٰ ادنیٰ خواہشات کی پیروی کی وجہ سے ہی اس زمانہ میں بھوک، افلاس، عدم تحفظ، بےاطمینانی، بے اعتمادی، نفرت، عداوت، اور بدامنی کا دور دورہ ہے۔ یہ سب مصائب اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکنے کا نتیجہ ہیں کوئی دینوی منصوبے اور تدابیر اس کا مداوا نہیں کر سکتیں۔ اس کا علاج صرف اور صرف قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے سے ہے۔ اور ہم یہی مشعل دنیا کی تاریک راہوں کو روشن کرنے کے لئے اٹھائے ہوئے ہیں۔ دنیا ہمیں جو سمجھے اور کہے ہم نے اسے روشن رکھنے کا عہد اور تہیہ کیا ہوا ہے کیونکہ:

جمال و حسنِ قرآن نورِ جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اسی روشن چاند کی روشنی دنیا کی تاریکی کو دور کر سکے گی اور دنیا میں امن و سکون پیدا ہوگا۔ ہمارے دلوں میں کسی کے لئے کوئی کینہ اور بغض وعناد نہیں۔ ہم سب کی بھلائی اور خیر خواہی چاہتے ہیں اور اس کے لئے کسی حوصلہ اور اجر کی تمنا نہیں کرتے۔ ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ:

گالیاں سن کر دعا دو پاکے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اور یہ کہ جب تک تم اپنے دشمن کے لئے دعا نہ کرو تم مومن نہیں ہو سکتے۔ میں اپنے تمام بھائیوں، بہنوں، نوجوانوں، بچوں اور بچیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ سب کے سب اپنے کام کاج، دنیوی مصروفیات اور گھروں میں میسر آرام و سکون کو قربان کر کے تین چار دن اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقف کرنے کے لئے اپنے مرکز میں تشریف لائیں اور اپنے اس دینی اجتماع میں شامل ہو کر اپنے اللہ کو یاد کریں کیونکہ دنیا کی کوئی دولت دلوں کو اطمینان نہیں دے سکتی اور صرف اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور انعام ہے۔

دلوں کا اطمینان اور تسلی حاصل کرنے کے لئے حضرت صاحب نے ہمیں یہی راستہ بتایا ہے۔ آئیں ہم سب مل کر اللہ کو راضی اور خوش کرنے کے لئے اس راہ پر اولوالعزمی اور ثابت قدمی کے ساتھ چلیں۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ اس راہ میں پیش آنے والی آپ کی سب مشکلات رفع فرمائے۔ آپ کو بخیر و عافیت اپنی حفاظت میں لائے اور اپنی حفاظت اور امان میں اپنے اپنے مقامات پر واپس لے جائے۔

میں پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ اس چار روزہ مجاہدے میں شریک ہونے کے لئے جوق در جوق اور قطار اندر قطار تشریف لائیں۔ آپ خود محسوس کریں گے کہ آپ کی روحوں کو نئی زندگی اور تازگی حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی اور ناصر ہو۔ آمین

☆☆☆☆

حضرت امیر مرحوم مولٰینا صدرالدین

رحمتہ اللہ علیہ کے تاکیدی ارشادات

’’حضرت امام الزمان نے قوم کو زندہ رکھنے کے لئے جلسہ سالانہ کا اہتمام کیا وہ شخص جو حضرت کو امام مانتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ حضور کی آواز پر لبیک کہے آپ نے لکھا کہ اس اجتماع میں شریک ہونے کے بڑے فوائد ہیں۔ تمہارا رابطہ اور اتحاد بڑھے گا۔ **المومن مرۃ المومن۔** مومن دوسرے مومن کے لئے شیشے کا کام دیتا ہے کبھی اس کو دوسرے کے آئینہ میں اپنے نقص نظر آئیں تو ان کو دُور کرتا ہے اور جو کوئی خوبیاں نظر آئیں ان پر پختہ ہو جاتا ہے اس طرح اپنی اصلاح کرتا اور ترقی کرتا ہے۔

حضرت امام الزمان نے بڑا زور دیا ہے کہ احباب جلسہ سالانہ پر جمع ہوں اس سے برکت پیدا ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو حضرت کو امام برحق مانتے ہیں وہ مرد اور عورتیں آئندہ جلسہ سالانہ پر سب یہاں جمع ہوں اور بچوں کو ساتھ لائیں۔ تاکہ ان میں بھی وہ صفات حسنہ پیدا ہوں جو حضرت مجدد الزامن نے اس جماعت میں پیدا کی ہیں‘‘۔

(خطبہ جمعہ مورخہ 25 نومبر 1966ء)

☆☆☆☆

سچا مسلمان وہ ہے کہ دُوسروں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے

جماعت کی مدد دُعا کے ساتھ کرو۔ سختی اور بداخلاقی سے پیش نہ آؤ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے میں سے کمزور اور کچے لوگوں پر رحم کریں۔ ان کی کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ان پر سختی نہ کریں۔ اور کسی کے ساتھ بداخلاقی سے پیش نہ آئیں بلکہ ان کو سمجھائیں۔ دیکھو صحابہؓ کے درمیان بھی بعض منافق آ کر مل جاتے تھے۔ پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی جس نے کہا تھا کہ غالب لوگ ذلیل لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔ جیسا کہ سورۃ منافقون میں درج ہے۔ اور اس سے مراد اس کی یہ تھی کہ کفار مسلمانوں کو نکال دیں گے۔ اس کے مرنے پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ اس کے لئے دیا تھا۔

جماعت کی مدد دُعا کے ساتھ کرو

میں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں دعا کے ساتھ اپنی جماعت کی مدد کروں۔ دُعا کے بغیر کام نہیں چلتا۔ دیکھو صحابہؓ کے درمیان جو لوگ دُعا کے زمانہ کے تھے یعنی مکی زندگی کے جیسی ان کی شان تھی۔ ویسی دوسروں کی نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ جب ایمان لائے تھے۔ تو انہوں نے کیا دیکھا تھا کہ انہوں نے کوئی نشان نہ دیکھا تھا۔ لیکن وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اندرونی حالات سے واقف تھے۔ اس واسطے نبوت کا دعویٰ سنتے ہی ایمان لے آئے۔ اسی طرح میں کہا کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اکثر یہاں آیا کریں اور رہا کریں۔ گہرا دوست اور پورا واقف بن جانے سے انسان بہت فائدہ اٹھاتا ہے۔ معجزات اور نشانات سے ایسا فائدہ نہیں ہوتا۔ معجزات سے فرعون کو کیا فائدہ ہوا۔ معجزات کے ہزاروں منکر ہوتے ہیں۔ اخلاق کا منکر کوئی نہیں ہوتا۔ طالب ہو کر اصلی اور جگری حالات کو دریافت کرنا چاہیے۔ آریہ لوگوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر اعتراضات کئے ہیں لیکن اگر ان لوگوں کو آپ کے اصلی حالات اور اخلاق کریمہ کی صحیح خبر مل جاتی تو یہ کبھی ایسی جرات نہ کرتے۔

نبی کریمؐ کے اخلاق کے دو پہلو

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کے دو پہلو دکھلائے۔ ایک مکی زندگی میں جبکہ آپؐ کے ساتھ صرف چند آدمی تھے۔ اور کچھ قوت نہ تھی۔ دوسرا مدنی زندگی میں جبکہ آپؐ فاتح ہوئے اور وہی کفار جو آپ کو تکالیف دیتے تھے۔ اور آپؐ ان کی ایذا دہی پر صبر کرتے تھے اب آپؐ کے قابو میں آ گئے ایسا کہ جو چاہتے آپ ان کو سزا دے سکتے تھے مگر آپ نے لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر ان کو چھوڑ دیا اور کچھ سزا نہ دی۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان ہے۔ اور ان کے ساتھ محبت ہے مگر یہ کہنے میں ہم لاچار ہیں کہ ان کو اپنے مخالفین پر قدرت اور طاقت نہیں ہوئی۔ اور ان کو یہ موقع نہیں ملا کہ دشمن پر قابو پا کر پھر اپنے اخلاق کا اظہار کریں۔ اور اگر ان کو یہ موقع ملتا تو معلوم نہیں وہ کیا کرتے۔

جماعت کے لئے جوش کی دُعا

سچا مسلمان وہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے۔ میں دو باتوں کے پیچھے لگا ہوا ہوں۔ ایک یہ کہ اپنی جماعت کے واسطے دعا کروں۔ دُعا ہمیشہ کی جاتی ہے مگر ایک نہایت جوش کی دعا جس کا موقع کبھی مجھے مل جائے اور دوم یہ کہ قرآن شریف کا ایک خلاصہ لکھ دوں۔

قرآن شریف کی شان

قرآن شریف میں سب کچھ ہے مگر جب تک بصیرت نہ ہو کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ قرآن شریف کو پڑھنے والا جب ایک سال سے دوسرے سال میں ترقی کرتا ہے تو اپنا گذشتہ سال کو ایسا معدوم کرتا ہے کہ گویا وہ تب ایک طفلِ مکتب تھا۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس میں ترقی بھی ایسی ہی ہے جن لوگوں نے

قرآن شریف کو ذوالوجوہ کہا ہے، میں ان کو پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے قرآن شریف کی عزت نہیں کی۔ قرآن شریف کو ذوالمعارف کہنا چاہیے۔ ہر مقام میں سے کئی معارف نکلتے ہیں۔ اور ایک نکتہ دوسرے نکتہ کا نقیض نہیں ہوتا۔

قرآن شریف کن پر کھلتا ہے

مگر زود رنج کینہ پرور اور غصہ والی طبائع کے ساتھ قرآن شریف کی مناسبت نہیں ہے۔ اور نہ ایسوں پر قرآن شریف کھلتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اس قسم کی تفسیر بنادوں۔ نرا فہم اور اعتقاد نجات کے واسطے کافی نہیں جب تک کہ وہ عملی طور پر ظہور میں نہ آوے۔ عمل کے سوا کوئی قول جان نہیں رکھتا۔ قرآن شریف پر ایسا ایمان ہونا چاہیے کہ یہ درحقیقت معجزہ ہے اور خدا کے ساتھ ایسا تعلق ہو کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔ جب تک لوگوں میں یہ بات پیدا نہ ہو جائے گویا جماعت نہیں بنی۔

کمزوروں پر رحم کیا جائے

اگر کسی سے کوئی ایسی غلطی ہو کہ وہ صرف ایک غلط خیال کی وجہ سے ایک امر میں ہماری مخالف کرتا ہے تو ہم ایسے نہیں ہیں کہ ہم اس پر ناراض ہو جائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ کمزوروں پر رحم کرنا چاہیے۔ ایک بچہ اگر بستر پر پاخانہ کردے اور ماں غصہ میں آکر اس کو پھینک دے تو خون کرتی ہے۔ ماں اگر بچہ کے ساتھ ناراض ہونے لگے اور ہر روز اس سے روٹھنے لگے تو کام کب بنے وہ جانتی ہے کہ یہ ہنوز نادان ہے۔ رفتہ رفتہ خدا اس کو عقل دے گا۔ اور کوئی وقت آتا ہے کہ یہ سمجھ لے گا کہ ایسا کرنا نامناسب ہے۔

مخالف سے ناراض نہ ہونا چاہیے

سو ہم ناراض کیوں ہوں۔ اگر ہم کذب پر ہیں تو خود کذب ہمارا ہمیں ہلاک کرنے کے واسطے کافی ہے۔ ہم اس راہ پر قدم مارنے والے سب سے پہلے نہیں ہیں۔ جو ہم گھبرا جائیں کہ شاید حق والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کیا معاملہ ہوا کرتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سنت اللہ کیا ہے۔ سردار انبیاءؐ پر کروڑوں اعتراض ہوئے۔ ہم پر تو اتنے بھی نہیں ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ احد میں آپ کو ۷۰ تلواریں لگی تھیں۔ صدق کا بیج ضائع نہیں جاتا۔ ابوبکری طبیعت تو کوئی ہوتی ہے کہ فوراً مان لے۔ طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ مگر نشان کے ساتھ کوئی ہدایت پا نہیں سکتا۔ سکینت باطنی آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ تصرفاتِ باطنی یک دفعہ تبدیلی پیدا کردیتے ہیں۔ پھر انسان ہدایت پاتا ہے۔ ہدایت امرِ ربی ہے۔ اس میں کسی کو دخل نہیں۔ میرے قابو میں ہو تو میں سب کو قطب اور ابدال بنادوں۔ مگر یہ امر محض خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ہاں دعا کی جاتی ہے۔

سب کے ساتھ ہمدردی

ہم تیار ہیں کہ ہمارے مخالف ہمارے ساتھ صلح کرلیں۔ میرے پاس ایک تھیلہ ان کی گالیوں سے بھرے ہوئے کاغذات کا پڑا ہے۔ ایک نیا کاغذ آیا تھا وہ بھی آج میں نے اس میں داخل کردیا ہے۔ مگر ان سب کو ہم جانے دیتے ہیں۔ اپنی جماعت کے ساتھ اگرچہ میری ہمدردی خاص ہے مگر میں سب کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں اور مخالفین کے ساتھ بھی میری ہمدردی ہے۔ جیسا ایک حکیم تریاق کا پیالہ مریض کو دیتا ہے کہ وہ شفا پاوے۔ مگر مریض غصہ میں آکر اس پیالہ کو توڑ دیتا ہے تو حکیم اس پر افسوس کرتا ہے اور رحم کرتا ہے۔ ہمارے قلم سے مخالف کے حق میں جو کچھ الفاظ سخت نکلتے ہیں وہ محض نیک نیتی سے نکلتے ہیں، جیسے ماں بچہ کو کبھی سخت الفاظ بولتی ہے مگر اس کا دل درد سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ صادق اور کاذب کا معاملہ خدا کے نزدیک ایک نہیں ہوتا۔ خدا جس کو محبت کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اس کے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ اس کا ایک سلوک نہیں کرتا۔ کیا سب کے ساتھ اس کا معاملہ ایک ہی رنگ کا ہے۔

مخالفین صلح کرلیں

مخالفین ہم سے صلح کرلیں۔ ملنا جلنا شروع کردیں۔ بیشک اپنے اعتقاد پر رہیں۔ ملاقات سے اصلی حالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ امرتسر کے بعض مخالف سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کے منکر ہیں اور شراب پیتے ہیں۔ ایسی بدظنی کا سبب یہی ہے کہ وہ ہم سے بالکل الگ ہو گئے ہیں۔ اس قسم کا انقطاع تو کمزور لوگ کرتے ہیں کہ بالکل الگ ہو جائیں الحق یعلو ولا یعلی تم ہم سے ڈرتے کیوں ہو؟ اگر ہم حقیر ہیں تو تم ہم پر غالب آجاؤ گے۔ (الحکم جلد ۵، تاریخ تقریر ۲۵ فروری ۱۹۰۱ء)

☆☆☆☆

اجتماعی رُوحانیت بڑی مفید چیز ہے

ہمارا سالانہ جلسہ ایک امر جامع ہے

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور کا ایک دلکش مضمون

جماعت میں برکت ہوا کرتی ہے۔ جماعت میں سے ایک کی کمزوری دوسرے کی قوت کے ساتھ مل کر کمزوری نہیں رہتی بلکہ قوت سے مبدل ہو جاتی ہے۔ کسی جماعت پر اگر چور یا ڈاکو حملہ کریں تو طاقتوروں کی معیت کمزور کی بھی حفاظت کا موجب ہو جاتی ہے۔ جب تک کوئی نہایت درجہ قوی روحانیت کا انسان نہ ہو اس کی تنہائی اس کی روحانیت کے لئے خطرہ سے خالی نہیں۔ اکیلے آدمی پر شیطانی وساوس اور غفلت و سستی کے حملے کارگر ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ طرح طرح کے وساوس کا شکار ہو کر اور غفلت و سستی کے اثر سے مذہب سے بیگانہ اور روحانیت سے عاری ہو جاتا ہے یا کم سے کم اس میں وہ مذہبی جوش باقی نہیں رہتا جو ایک اسلامی مجاہد میں ہونا چاہیے۔

اسی لئے اسلام نے جماعت پر بڑا زور دیا ہے۔ اگرچہ نماز بندہ کا اپنے رب کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ لیکن پانچ وقت میں بھی نماز کا ایک حصہ باجماعت کروتا کہ رب کے ساتھ تعلق جوڑنے میں بھی جماعت کی اجتماعی روحانیت سے ایک کمزور روحانیت کا انسان فائدہ اٹھا سکے اور اھدنا الصراط المستقیم کی دعا مانگتے وقت برگزیدگانِ الٰہی کی دعاؤں کے ساتھ ایک گنہگار کی دعا بھی شرفِ قبولیت حاصل کر سکے۔ اس کی مثال میں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بہت فیاض اور سخی تھیں۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ جو کچھ وظیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں آپ کو بھیجتے اور بعض دفعہ بڑی بڑی رقمیں بھی بھیجتے مگر آپ سب خدا کی راہ میں دے دیتیں اور خود فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتیں۔ آپ کے ایک بھتیجے تھے انہوں نے ایک دفعہ شکایت کی کہ آپ سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیتی ہیں۔ ہمارے لئے پیچھے ترکہ کیا چھوڑیں گی۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت رنج ہوا اور اپنے بھتیجے کی اس حب دنیا سے اس قدر بیزار ہوئیں کہ اسے کہہ دیا کہ آئندہ میرے گھر میں نہ گھسنا۔

وہ بھتیجے صاحب بعد میں بہت پچھتائے اور معافی وغیرہ طلب کرنی چاہی۔ لیکن چونکہ مکان میں داخلہ ہی بند تھا اس لئے کامیابی نہ ہوئی جب اس نے آنا چاہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منع کر دیا کہ میرے گھر میں نہ گھسو۔ اس نے بعض صحابہؓ سے عرض کی۔ انہوں نے ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر جمع ہو کر درخواست کی کہ ہم سب کو اندر آنے کی اجازت دی جائے۔ ان میں وہ بھتیجا بھی تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت اندر آنے کی دے دی، اندر داخل ہوتے ہی بھتیجے نے معافی مانگی اور صحابہؓ نے سفارش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو معافی مل گئی۔ گویا جماعت کے ساتھ وہ رَد کیا ہوا بھتیجا بھی باریابی پا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور میں جو جماعت کھڑی ہوتی ہے۔ اس میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی۔ ان نیکوں کی دعا کے ساتھ بدوں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ دعا ایک اجتماع کی مشترکہ اور متفقہ دعا ہوتی ہے۔ اس کو شیخ سعدی صاحب نے اس طرح فرمایا ہے:

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

پس جماعت کے نیکوں کے ساتھ گنہگار بھی جناب الٰہی کے دربار میں شرفِ باریابی پا جاتے ہیں۔ جس طرح خدا کی رحمت کی بارش جب برستی ہے تو باغ میں جہاں پھولوں اور پودوں پر برستی ہے وہاں روڑی پر بھی برس جاتی ہے۔ اسی طرح جناب الٰہی کی مغفرت اور رحمت کی بارش جب ایک جماعت پر ہونے لگتی ہے تو نیکوں اور بدوں پر ہو جاتی ہے۔ پس جماعت کی نماز، جماعت کی دعا، جماعت کے ساتھ مل کر کوئی خدمت دین کرنے میں جو فضل ربی کی ہوا اس جماعت پر چلتی ہے۔ تو چھوٹے اور بڑے، نیک اور بد سب پر کرم گستری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت زور سے اپنی جماعت کے لئے سالانہ جلسہ کی بنیاد رکھی۔ اور ۳ دسمبر ۱۸۹۱ء کو ایک اعلان کے ذریعے اس جلسہ کی اہمیت کو اپنے دوستوں کے ذہن نشین کرنا چاہا۔ فرماتے ہیں:

''اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آ سکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے لہٰذا اقرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جاویں۔ جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آ جانا چاہیے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جلشانہ کوشش کی جائے گی۔ اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔''

حضرت اقدسؑ کی زندگی میں تو اس روحانی جلسہ کی اہمیت جو کچھ تھی وہ حضرت کے اس اعلان سے ظاہر ہے۔ وہ کمی جو حضرت اقدس کی صحبت میں بار بار حاضر نہ ہو سکنے کی وجہ سے جماعت کے بعض افراد میں رہ جانے کا احتمال تھا اس کی اس روحانی جلسہ کے ذریعہ آپ نے تلافی کرنی چاہی تھی لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ کی صحبت کا فیض جب جماعت سے بکلی منقطع ہو چکا تو ظاہر ہے کہ اس جلسہ روحانی کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی تا کہ احباب باہم ملنے سے ایک دوسرے کی روحانیت اور صحبت سے فائدہ اٹھائیں۔

مولانا نور الدین مرحوم اپنا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ میں کچھ عرصہ ان کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ کئی دن کے بعد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ کبھی قصائی کی دکان پر گئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر اسی سوال کو دہرایا اور بار بار دہرایا۔ میں حیران رہ گیا۔ تنہائی میں میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس سوال سے حضور کا مقصد کیا تھا؟ فرمانے لگے کہ قصائی کی دکان پر اگر گئے ہو تو دیکھا ہوگا کہ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنی چھریوں کو ایک دوسرے سے رگڑ لیتا ہے تا کہ جو زنگ ان پر چڑھ جاتا ہے آپس کی رگڑ سے دُور ہو جائے۔ اسی طرح مومن کے قلب پر ہمہ وقت غفلت اور کسلی اور طرح طرح کے وساوس شیطانی کا رنگ چڑھتا رہتا ہے۔ مومنین کے آپس میں ملتے رہنے سے ان کی روحانیت کی باہمی رگڑ سے وہ زنگ اتر جاتا ہے اس لئے ایک مومن کو دوسرے مومن سے بار بار اور جلد جلد ملتے رہنا چاہیے تا کہ ایک دوسرے کی روحانیت باہمی رگڑ سے مصفّا اور مجلّا رہے۔

☆☆☆☆

مجددِ وقت کی شناخت کے اُصول اور حدیث مجدد

از: عامر عزیز الازہری

چودھویں صدی کے اختتام اور نئی صدی کے آغاز پر جہاں مادی دنیا میں تبدیلیاں رونما ہوئیں اور نئے نئے انقلابات نے جنم لیا، وہیں اس کے اثرات مذہبی دنیا پر بھی پڑے۔ مذہبی دنیا میں دین اسلام ایک زندہ اور اعلیٰ مذہبی اقدار کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا ان تبدیلیوں کا اسلامی فکر اور سوچ پر بھی اثر پڑا۔ مسلمانوں نے اپنی مشکلات کا حل بجائے محنت، تعلیم و تدریس اور سائنسی میدان میں ترقی کے محض آسمانی نجات دہندہ کی آمد سے وابستہ کر لیا ہے۔

حالیہ ایام میں چند افراد نے اس صدی کے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا کہ وہ مسلمانوں کی موجودہ مشکلات اور مصائب کے نجات دہندہ ہیں۔

اس مضمون میں ان تمام معیاروں پر بحث کی گئی ہے جو کسی کے مجدد ہونے کے بارے میں سامنے رکھنے چاہئیں۔ بے شمار ایسے مدعی ہیں جو کہ نہ صرف ان معیاروں پر ہی پورا نہیں اترتے، بلکہ انہیں تو خود معلوم نہیں کہ مجددیت کی کیا شان ہے اور اس کا کام محض چند افراد کو اپنے ساتھ ملانا نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کی اصلاح، تجدید، علم و عرفان کی روشنی بکھیرنا اور اسلام کا دفاع کرنا اس مجدد کا اصل مقصد ہوتا ہے۔

اس مضمون کا مقصد ان تمام سادہ لوح اسلام کے شیدائیوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ کسی بھی مدعی کے ساتھ بندھن باندھنے سے قبل خوب غور کریں اور فیصلہ کرنے سے قبل تدبر و تفکر سے کام لیں اور پھر اپنے ضمیر کے مطابق عمل کریں۔

آج کل مسلمانوں کی حالت زار نے اور دنیا میں اخلاقی، روحانی، تمدنی اور عمرانی مسائل نے ہر ذہن کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا ان مسائل کا کوئی حل موجود ہے؟ مسلمانوں میں خصوصاً یہ ذہنی خلفشار زیادہ انتشار اور بے چینی کا سبب ہے، کیونکہ عموماً مسلمان ممالک میں عام شہریوں کو بنیادی حقوق اور بنیادی ضرورتیں بھی میسر نہیں۔ اس لئے ان کے قلوب و اذہان میں یہ فطرتی تجسس موجود ہے کہ ان مسائل و مصائب کا نجات دہندہ کون ہے؟ اس سوال کا جہاں جواب ڈھونڈنا آسان اور سہل ہے وہیں عامۃ المسلمین کے لئے پریشانی کا باعث بھی۔

مسلمانوں کو اپنے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف قرآن و سنت پر غور کرنے سے مل جائے گا۔ مگر صرف حل کا ملنا ہی کافی نہیں، اس حل پر عمل کرنا اور اس قرآنی تعلیم کے مطابق زندگیوں کو ڈھالنا ہی ان کو ان مسائل سے نجات دلا سکتا ہے۔

اب اگر ہم قرآن کی روشنی میں دیکھیں تو ہمیں ایسے کسی شخص کا تصور نہیں ملتا کہ جو اچانک نمودار ہوگا اور مسلمانوں کی معاشی و معاشرتی ترقی میں انقلاب برپا کر دے گا۔ کوئی ایسا مسیحا نہیں آئے گا جو لوگوں کے حالات زندگی یکسر بدل دے گا بلکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے واضح اصول بیان کر دیا ہے:

''انسان کے لئے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے'' (النجم: ۵۳: ۳۹)

یعنی دنیاوی اور دینی ترقی کا سارا دارومدار محض انسانی کاوش سے وابستہ ہے۔ ہاں قرآن مجید سے ہمیں یہ واضح ثبوت ملتا ہے کہ انسانوں کی اصلاح، ان کی اخلاقی و روحانی تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نظام وضع کر رکھا ہے۔ انسانوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبوت کا نظام حضرت آدم علیہ السلام سے جاری کیا اور اس کو اعلیٰ ترین شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کے وجود اطہر میں پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور الہامی کتب کی معرفت قوانین شریعت انسانوں تک پہنچا دیئے اور قرآن مجید کو خدا کی آخری شریعت اور آخری الہامی کتاب قرار دے کر اعلان فرما دیا:

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا

کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا'' (المائدہ: ۵:۳)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اپنی حتمی اور اکمل شریعت عطا کر دی اور انسانیت کی فلاح کے لئے اس کتاب یعنی قرآن مجید فرقان حمید کو راہ ہدایت قرار دیا۔

''یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لئے ہدایت ہے''

(البقرہ: ۲:۲)

لیکن یہ سوال قدرتی طور پر ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اصلاح اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ یہی زندگی کی اصل علامت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف خود ہی راہنمائی بھی فرما دی کہ کتاب اللہ اور سنت نبویؐ ہی تمہارے لئے ہدایت کا موجب ہیں اور انہی سے تمہیں راہنمائی حاصل ہوگی۔

قرآن مجید کی چند ایسی آیات ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاح اور رشد و ہدایت کے لئے ایک خاص روحانی نظام قائم کیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن (کی حالت) کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی نافرمان ہیں''۔ (النور: ۲۴:۵۵)

اس طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مثال کے ذریعہ روحانی نظام زندگی کے احیاء کی طرف اشارہ کیا ہے۔

''جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔ ہم نے تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ تم عقل سے کام لو''۔

(الحدید: ۵۷:۱۷)

یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح بنجر، خشک زمین کو بارش کی نعمت سے سرسبز کر دیتا ہے اسی طرح مردہ دلوں کی زمین کو اللہ تعالیٰ روحانی بارش سے زندہ کر دیتا ہے۔ ان دو آیات سے اس روحانی نظام کے بارے میں اشارہ ملتا ہے جو امت محمدیہ میں اجتہاد کا ذریعہ ہے۔ اسی روحانی نظام کی وضاحت خدا کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرما دی:

''نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات''

(صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب: المبشرات، حدیث: ۶۹۹۰)

ان مبشرات کو محدثین اور اولیاء نے وحی ولایت قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور مقرب بندوں سے ہم کلام ہوتا رہے گا۔ اگرچہ وحی ولایت نہ تو شریعت کا درجہ رکھتی ہے اور نہ ہی اس کا ماننا جزو ایمان ہے۔ تاہم اس کی مثال اس خوشگوار بارش سے دی جا سکتی ہے جو اپنے ساتھ سبزہ اور روئیدگی لاتی ہے۔ اس سے نئے عقدے کھلتے ہیں اور علم و عرفان کے دریچے وا ہوتے ہیں۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی اصلاح کا ایک اور اعلان یوں فرما دیا:

''اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے مجدد مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کی اصلاح کرے گا''۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب: مایذکر فی قرن المائۃ، حدیث ۴۲۹۳)

ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا اور دین کی تجدید کرنا اور اس کے احیاء کا کام سرانجام دینا یہ امت محمدیہ کے لئے خوشی، برکت اور برتری کا باعث ہے اور اس سے دین کی تجدید کا مقصد حاصل ہوتا رہا ہے اور یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ مگر یہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ مجدد یا تجدید کس مشن یا عظیم کام کا نام ہے نہ کہ محض منصب، عہدہ یا Tittle ہے۔

پھر اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روحانی نظام کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا:

''پہلی امتوں میں نبی ہوتے تھے، ایک کے بعد دوسرا آ جاتا۔ مگر میں خاتم النبین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا مگر ہاں خلفاء آئیں گے اور بہت ہوں گے''۔ (صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ماذکر عن بنی اسرائیل، حدیث: ۳۴۵۵)۔

ان خلفاء کی تشریح آپؐ نے خود اس طرح فرما دی کہ یہ خلفاء دراصل محدثین

امت ہوں گے۔جیسا کہ دوسری حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا:

''تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اور میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے''۔

محدث اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا اور کثرت سے ہمکلام ہوتا ہو۔ یہ ایک روحانی مقام ہے۔اس ساری بحث میں سب سے اہم نکتہ یہ یادرکھنے کے لائق ہے کہ قرآن مجید میں لفظ مجدد و محدث کہیں نہیں اور نہ ہی براہ راست کسی ایسے شخص کی آمد کا ذکر کیا گیا ہے۔تاہم محض اشارۃً جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس امت کی آبیاری اور اصلاح کے لئے ایسے مطہر وجود مبعوث فرماتا رہے گا جو امت کی اصلاح کے عظیم الشان کام کوسرانجام دے سکیں گے۔

آج کل چند اصحاب نے پندرھویں صدی کے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور وہ اپنے دعویٰ کی طرف عوام الناس کو اور خاص طور پر احمدی حضرات کو دعوت دیتے رہتے ہیں کہ انہیں مجدد تسلیم کیا جائے۔اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ اس سارے مسئلے پر اپنی کاوش کو قارئین کے سامنے پیش کردوں تا کہ وہ اس معاملے سے آگاہی حاصل کرسکیں اور کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل ان شواہد کو مدنظر رکھیں جن کے مطابق وہ ایک سچے مجدد کی شناخت کرسکیں۔

تاہم میں یہ بھی بیان کرتا چلوں کہ ہمیں کسی بھی ایسے مدعی سے بحث میں نہیں الجھنا چاہیے اور نہ ہی اس کی مخالفت پر کمر کسنی چاہیے۔ بلکہ ہمارا کام تو محض دعوت الی الحق ہونا چاہیے اور ماعلینا الا البلغ کے مطابق محض نصیحت کرنی چاہیے۔

آیت استخلاف:

ترجمہ:''اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا،جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کردے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن (کی حالت) کردے گا۔وہ میری عبادت کریں گے،میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی نافرمان ہیں''۔

(النور:۲۴:۵۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو تم میں سے ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو بنایا جو تم سے پہلے تھے۔پھر خلیفہ بنانے کا مقصد کیا بیان کیا''اور وہ ان کے ذریعہ سے دین کو مضبوطی عطا کرے گا''یعنی دین اسلام کو اللہ تعالیٰ اس شخص کے ذریعہ مضبوطی عطا کرے گا اور ان کے خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا اور اس کے بعد وہ سوائے خدائے واحد کے کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔

اس آیت کو آیت استخلاف کہا جاتا ہے اور مختلف مفسرین نے اس کی اپنی منفرد تفاسیر کی ہیں۔لیکن ایک چیز جو اس آیت سے ہمیں بڑی واضح ملتی ہے وہ تصور ہے ایک ایسے روحانی انسان کا جسے اللہ تعالیٰ کھڑا کیا کرے گا، جو اللہ تعالیٰ کے نائب کے طور پر دنیا میں اللہ کے دین کو مضبوطی سے قائم کرنے کے لئے اور لوگوں کے خوف کو امن میں بدلنے کے لئے کھڑا ہوتا رہے گا۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہیں آسکتا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خاتم النبیین کا خطاب دے دیا۔تو ان کے بعد جو سلسلہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح کا جاری رکھا ہے وہ مصلحین اور مجددین کا ہے۔

پھر ایک دوسری آیت بھی اسی سلسلے میں اہم ہے جس سے اس روحانی نظام کے بارے میں روشنی ملتی ہے،وہ یہ ہے:

''اور وہ جو تم میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو ضرور اللہ تعالیٰ ان کو انعام کے طور پر ان لوگوں کے ساتھ کھڑا کرے گا جو نبیوں،صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے ہوں گے''(النساء:۴:۶۹)

اس آیت سے بھی ایک اہم نکتہ ملتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو وہ انعام عطا کرے گا کہ وہ نبیوں،شہیدوں،صدیقوں اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔اس آیت کے مندرجات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو احادیث میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے۔ایک حدیث میں ہے آپؐ نے فرمایا:

''کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے۔یعنی اللہ تعالیٰ علمائے ربانی کو وہ خصوصیات عطا کرے گا جو بنی اسرائیل کے انبیاء کو دی

گئی تھیں اور ان کے ذریعے سے اللہ اصلاح کا کام لے گا۔ اور دوسری حدیث مجدد کہلاتی ہے، ابوداؤد میں آتا ہے:

’’کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک شخص کو کھڑا کرے گا جو اس (دین) کی تجدید کرے گا۔ ایسا شخص مسلمانوں کی اصلاح اور تجدید کے لئے کھڑا ہوگا‘‘۔

ہمارے سامنے جو اس وقت سوال ہے وہ یہ کہ ایسے مدعی کو جو مجدد، محدث یا مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرے اس کو پہچاننے کا ہمارے پاس کیا معیار ہونا چاہیے؟ وہ کون سی علامات ہیں جن سے ہم دیکھ سکیں کہ وہ مدعی اپنے دعویٰ میں کس حد تک صادق ہے؟ یاد رکھیں کہ آپ کے تمام فیصلے خواہ وہ دنیاوی معاملات سے متعلق ہوں یا آپ کے دینی معاملات ہوں، ان کا پہلا اصول یہ ہے کہ آپ قرآن سے روشنی حاصل کریں اور قرآن کو اپنا رہنما بنائیں اور دوسرا یہ کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دیکھیں اور اس کے مطابق فیصلہ کریں اور تیسرا یہ کہ اولی الامر کی طرف رجوع کریں۔

آیت استخلاف میں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں خلیفہ بناؤں گا، یعنی اپنا ایک نائب بناؤں گا۔ وہ خلفاء کون لوگ ہیں؟ ان کو عام Terminology میں اولیاء اللہ کہہ سکتے ہیں اور مجدد اور محدث بھی کہہ سکتے ہیں اور ان کے لئے امام الزمان کا لفظ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے انگریزی زبان میں Reformer کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اب صرف معاملہ یہاں پر یہ رہ جاتا ہے کہ ہمارے پاس اس کو پہچاننے کا کیا معیار ہے؟ کیسے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہوا ہے۔

سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ جتنے بھی مجددین و مصلحین گذرے ہیں ان کا علم الکلام اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ مجدد وقت تھے۔ مجدد سرہندی جن کو مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بھی کہا جاتا ہے وہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ میں نے جتنا بھی علم حاصل کیا، جو علوم مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کیے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے عطا کیے۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت سے تمام علوم حاصل کیے۔ سب سے پہلا معیار مجدد کی شناخت کا اس کا علم الکلام ہے، اس شخص کو روحانی علم آسمان سے عطا کیا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد کوئی خواب یا کشف نہیں ہوتا بلکہ وہ علوم لدنیہ ہیں جو ایسے شخص کو عطا کیے جاتے ہیں۔

دوسرا بنیادی نکتہ جو ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ کیا مجدد وقت اپنے دعویٰ سے قبل کچھ کام بھی کر کے دکھاتا ہے۔ یا محض ایک دن وہ یہ دعویٰ کر دیتا ہے کہ میں مجدد وقت ہوں۔ اس سلسلے میں ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ کی مثال اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنے بزرگوں کو ان کی بیعت کرتے دیکھا اور اپنے بزرگوں کو ان کا ساتھ دیتے ہوئے اور دین کی خدمت کرتے ہوئے دیکھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ آیت استخلاف میں فرماتا ہے کہ وہ اپنے روحانی خلیفہ کے ذریعہ دین کو مضبوطی سے قائم کردے گا اور لوگوں کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ اگر آپ سو سال پہلے کے حالات کو دیکھیں تو تمام مسلمان اس وقت خوفزدہ تھے کیونکہ اسلام پر عیسائیت کا حملہ تھا، اسلام پر برہموسماج، آریہ سماج کا حملہ تھا اور مسلمان خوف کی حالت میں تھے۔ اس خوف کے وقت اللہ تعالیٰ نے زمانے کے امام کو بھیجا اور اس خوف کو امن میں بدل دیا اور دین کو اللہ تعالیٰ نے وہ مضبوطی عطا کردی کہ تمام معترضین خواہ وہ عیسائی تھے یا آریہ سماج، سب کے سب اسلام کے خلاف اعتراض کرنا بھول گئے۔ اس کی گواہی اپنے پرائے سب نے دی۔ دین کی مضبوطی ہم نے اپنے سامنے دیکھی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آیا حضرت مرزا صاحب اچانک اٹھے اور دعویٰ کر دیا کہ میں مجدد ہوں؟ یا کیا آپ نے اپنے دعویٰ کی بنیاد کسی خواب پر رکھی اور اعلان فرمادیا کہ میں اس زمانے کا امام بن گیا ہوں۔ قطعاً ایسا نہیں ہے۔ بلکہ میں آپ کے سامنے تھوڑے واقعات پیش کرتا ہوں تاکہ آپ سمجھ لیں کہ دعویٰ مجددیت سے قبل آپ نے کیا عظیم الشان کام سرانجام دیا۔

حضرت مرزا صاحب ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے اور پچاس سال تک یعنی ۱۸۸۵ء تک انہوں ں ے کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ آپ سب سے پہلے سیالکوٹ ملازمت کے لئے جاتے ہیں، وہاں مولوی میر حسن ہیں جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالموں میں شمار ہوتے ہیں، وہ حضرت مرزا صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ ایک نہایت نیک، متقی انسان ہیں۔ پھر وہاں آپ کا پادری علیشہ کے ساتھ مباحثہ ہوتا ہے لوگ اس کو دیکھتے ہیں۔ پھر اسی طرح پادری بٹلر کے ساتھ

آپ کا مباحثہ ہوتا ہے۔ اور آپ اسے شکست دے دیتے ہیں۔ اسی طرح آپ اس زمانے کی ایک بڑی شخصیت سر سید احمد خان رحمتہ اللہ علیہ سے خط و کتابت شروع کر دیتے ہیں اور اس بحث کے نتیجہ میں بعد ازاں آپ نے معرکتہ الآراء کتاب ''برکات الدعا'' لکھی۔ آپ جس دفتر میں کام کرتے تھے اس کا دفتر سپرنٹنڈنٹ تھا سہج رام، سہج رام اسلام کے خلاف چند اعتراضات کرتا ہے آپ اس کو جواب دینے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ کے باقی ساتھی آپ کو روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سپرنٹنڈنٹ آفیسر ہے تم اس کے خلاف بات کر رہے ہو، یہ تمہاری نوکری کے لئے خطرہ ہوگا۔ مگر آپ فرماتے ہیں کہ اسلام کے خلاف جو بات کرے گا میں اسلام کا دفاع کروں گا۔ آپ اس کے مقابلے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے جتنے اعتراضات ہیں ان کا جواب دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد آپ لالہ بھیم سین جو کہ ایک مشہور ہندو تھے اور آپ کے دوستوں میں شامل تھے، انہیں فارسی میں خط لکھتے ہیں کہ وہ اسلام قبول کر لے۔ یعنی آپ دعوی الی الاسلام کا کام شروع کر رہے ہیں مگر دعویٰ کوئی نہیں کرتے۔ اسی دوران آپ کو ۶۹۔۱۸۶۸ء میں ایک عظیم الشان الہام ہوتا ہے:

''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''

آپ کوئی دعویٰ نہیں کرتے۔ بعد ازاں حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ سے واپس اپنے گھر چلے جاتے ہیں اور تین طریقوں سے تبلیغ دین کا کام شروع کرتے ہیں۔ پہلے آپ لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں، پھر مخالفین اسلام کے ساتھ مباحثے شروع ہو جاتے ہیں۔ تیسرا آپ تصنیف کے کام میں لگ جاتے ہیں اور اسلام پر اعتراضات کے جواب دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی دوران جب آپ واپس قادیان جاتے ہیں تو ایک ہندو لالہ ملاوامل کے ساتھ بحث کرتے ہیں اور اس کو اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ پھر اسی طرح سردار سنت سنگھ کو آپ تبلیغ کرتے ہیں تو سردار سنت سنگھ خود اور ان کی بیوی اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ پھر اس دوران آپ کا سردار کھڑک سنگھ کے ساتھ ایک مباحثہ ہوتا ہے اور آپ اس کو شکست دے دیتے ہیں اور وہ بعد میں عیسائی ہو جاتا ہے۔

پنڈت دیانند جی جو آریہ سماج کے بہت بڑے لیڈر تھے کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کے مناظرے ہوتے ہیں پھر باوا نارائن سنگھ کے ساتھ آپ کا مباحثہ ہوتا ہے۔ پھر اسی طرح منشی گوڑ دیال کے ساتھ آپ کا مباحثہ ہوتا ہے اور آپ کی تبلیغ اور آپ کا نام چاروں اطراف پھیل جاتا ہے۔ لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ ایک ایسا فلاں شخص ہے جس کے سامنے نہ ہندو ٹھہر سکتے ہیں اور نہ عیسائی اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ پھر اسی طرح آپ برہمو سماج کو تبلیغ کر دیتے ہیں۔ پنڈت نارائن اگنی ہوتری کے ساتھ آپ کا مباحثہ ہوتا ہے اور آپ اسلام کی صداقت اس تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس قدر کام کے باوجود آپ کوئی دعویٰ نہیں کرتے، کوئی جماعت نہیں بناتے، اور نہ لوگوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ پھر آپ کا جو سب سے بڑا کام ہے وہ ۱۸۷۹ء سے لے کر ۱۸۸۴ء تک براہین احمدیہ کی چار جلدیں آپ لکھتے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کو آپ کا شاہکار کہا جا سکتا ہے، اس کتاب میں آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لگائے گئے تمام اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اور اس کتاب کے بارے میں آپ کے سب سے بڑے مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ چودہ سو سال میں ایسی عظیم الشان کتاب اسلام کے بارے میں نہیں لکھی گئی۔ لیکن اس کے باوجود حضرت مرزا صاحب کوئی دعویٰ نہیں کرتے۔

یہ آپ کی زندگی کے ۱۸۸۵ء تک کے چند واقعات ہیں۔ آپ صرف اور صرف خدمت اسلام کر رہے ہیں اور لوگوں کے ساتھ مباحثے کر رہے ہیں، لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں، براہین احمدیہ چھاپ کر لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں لیکن دعویٰ نہیں کرتے۔

لیکن آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ محض ایک خواب آنے پر دعویٰ کر دیا جاتا ہے، حالانکہ خواب تو ہمیشہ تعبیر طلب ہوتے ہیں، خوابوں کی بناء پر تو زندگی کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی اور نہ ہی مذہب کی بنیاد خوابوں پر رکھی جا سکتی ہے۔

کسی بھی عقیدے کی بنیاد خواب پر نہیں رکھی جا سکتی، بلکہ عقیدے کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کو الہاماً بتایا گیا کہ کل عید ہے، لیکن اس رات چاند نظر نہیں آیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہم عید کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ

چاند دیکھو تو تم روزہ چھوڑو۔ لہٰذا کل ہم روزہ رکھیں گے۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ دوسرے علاقوں میں چاند نظر آ گیا تو پھر آپ لوگوں کو کہتے ہیں کہ اب تم اپنا روزہ ختم کرو۔ یعنی آپ اپنے الہام کو شریعت کے ماتحت رکھتے ہیں اور ایک طویل زندگی گزارنے یعنی پچاس سال بعد ۱۸۸۵ء میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نے مجھے اس زمانے کا مجدد بنایا ہے اور بیس ہزار کے قریب پمفلٹ شائع کرتے ہیں اور اس میں مندرجہ ذیل وجوہات بیان کرتے ہیں:

(۱): پہلی وجہ اس اشتہار میں لکھتے ہیں کہ میں اسلام کے دفاع کے لئے کھڑا ہوں۔

(۲): دوسری وجہ یہ ہے کہ میں لوگوں کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ اور حالانکہ یہ کام آپ پہلے سے کر رہے ہیں۔

(۳): تیسری وجہ یہ ہے کہ میں اسلام کی تبلیغ کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں۔ یہ کام بھی آپ پہلے سے کر رہے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے باوجود اس کے کہ آپ نے اپنے لیے مجدد کا لفظ براہین احمدیہ میں استعمال کیا مگر اس کا نہ تو اعلان فرمایا اور نہ ہی لوگوں کو دعوت دی کہ ان کی بیعت کریں۔

پھر اس کے بعد ایک اور چیز سب سے ضروری ذہن نشین کرنی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہمارے سامنے دو بڑی مثالیں ہیں ایسے دو عظیم انسانوں کی ہیں جو موجودہ مذہبی دنیا میں کامیاب ترین ہستیاں تھیں۔ ایک حضرت مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اصحاب نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کس وجہ سے کی؟ مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کسی دکان سے کوئی چیز خریدتے ہیں تو وہ براہین احمدیہ کے ایک صفحے میں لپٹی ہوتی ہے، وہ اس کو لے جاتے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے آپ کو لگتا ہے کہ یہ تو کوئی بڑی عظیم الشان تحریر ہے۔ پھر آپ براہین احمدیہ منگوا کر پوری پڑھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد پھر بھی آپ حضرت مرزا صاحب کے پاس بیعت کے لئے نہیں جاتے ہیں۔ بلکہ خوب پرکھنے کے بعد قبول کرتے ہیں۔ کسی خواب کی بنا پر نہیں۔

حضرت مرزا صاحب کے اس اصول کو ذہن میں رکھیں، آپ نے سختی سے منع کیا ہے کہ خوابوں پر مت جانا یہ آپ کو گمراہ کریں گی کیونکہ خواب ہمیشہ تعبیر طلب ہوتے ہیں۔

پھر آپ حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی مثال لے لیں۔ حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے خود اپنے سارے واقعات لکھے ہیں کہ کس طرح آپ نے بیعت کی۔ آپ کہتے ہیں کہ انہیں کتاب ملتی ہے ازالہ اوہام اس سے پہلے آپ حضرت مرزا صاحب کا نام سن چکے ہیں لیکن ازالہ اوہام پڑھنے کے بعد کہتے ہیں کہ میرے سب گھر والے میرے والد صاحب سمیت دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ سچا ہے پھر اس کے بعد حضرت مرزا صاحب لاہور آئے وہاں آپ کا ایک مباحثہ ہوا مولوی عبدالحکیم صاحب کے ساتھ۔ اس مباحثے کے بعد بھی آپ بیعت نہیں کرتے۔ ۱۸۹۴ء میں آپ حضرت خواجہ کمال الدین رحمتہ اللہ علیہ صاحب سے ملتے ہیں، خواجہ صاحب آپ کو حضرت مرزا صاحب کے بارے میں مزید معلومات دیتے ہیں کیونکہ وہ بیعت کر چکے تھے۔ لیکن آپ پھر اس کے تین سال کے بعد یعنی ۱۸۹۷ء میں اپنی تعلیم مکمل کرتے ہیں اور قادیان جاتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے پاس سات آٹھ دن رہتے ہیں۔ صبح سے لے کر شام تک آپ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ رہتے ہیں، صبح شام ان کے ساتھ سیر کو جاتے ہیں، نمازوں میں شامل ہوتے ہیں اور پھر آخری دن جا کر بیعت کرتے ہیں۔ آپ نے بھی کوئی خواب دیکھ کر بیعت نہیں کی۔ اس لئے اگر کوئی شخص کہہ دے کہ اس کو یہ خواب آ گیا ہے لہٰذا وہ مجدد وقت ہے یا اس کو یہ الہام ہو گیا ہے وہ مجدد وقت ہے۔ یہ محض دھوکے کا سامان ہو سکتا ہے۔

اب میں حضرت مرزا صاحب کی کتاب ''ضرورت الامام'' کے اہم نکات آپ کے سامنے تحریر کرتا ہوں جو اسی مضمون سے متعلق ہیں۔ تاکہ آپ کو علم ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب کی کیا نشانیاں بیان کرتے ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے اس حدیث پر بحث کی ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جو اپنے وقت کے امام کو نہیں پہچانتا وہ جہالت کی موت مرتا ہے''

اس کے بعد آپ امام الزمان کو خاص ترجیح دی جاتی ہے، باقی ملہمین پر اور خواب دیکھنے والوں پر۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ:

پہلا معیار

”امام الزمان اس شخص کا نام ہے جس کی روحانی تربیت کا خدا تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہاں کی معقولیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے“

پہلا معیار جو آپ کرتے ہیں وہ یہ نہیں کہ امام الزمان خواب دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو علم عطا کر دیتا ہے، اس کو روحانیت عطا کرتا ہے کہ اس علم کے ذریعہ سے وہ تمام فلسفیوں کو جو عقل سے کام کرنے والے ہوتے ہیں شکست دے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم عطا کرتا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے علم سے منور کرتا ہے۔

دوسرا معیار

پھر دوسرے معیار کے بارے میں آپ کہتے ہیں:

”وہ ہر ایک قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے“۔

دوسرا معیار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو وہ دقیق در دقیق معارف سکھا دیتا ہے کہ وہ مخالفین اسلام کے تمام اعتراضات کے جواب دیتا ہے۔ اس وقت اگر کوئی مجدد ہونے کا مدعی ہے تو آپ اس کو اس معیار پر پرکھیں کہ آیا سارا مدعی دقیق در دقیق معارف حاصل کر چکا ہے، وہ فلسفیوں کو جواب دینے کا اہل ہے، معترضین کے جواب دے سکتا ہے، بسم اللہ اس کی مدد کریں، کوئی حرج نہیں۔

تیسرا معیار

اور پھر حضرت مرزا صاحب آگے لکھتے ہیں کہ اس کے بعد اگلا معیار یہ ہے:

”اور وہ روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے“۔

یعنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا دفاع کرنے والا ہوتا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی فتح کے لئے آتا ہے۔ وہ چند لوگوں کو فتح کرنے کے لئے نہیں آتا، وہ کسی جماعت کے لئے نہیں کھڑا ہوتا، کسی مخصوص گروہ کے لئے نہیں آتا۔ اس کا علم، اس کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خاطر ہوتا ہے، اس کا فیض عام ہوتا ہے نہ کہ کسی جماعت کے لئے مخصوص۔

چوتھا معیار

پھر اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:

”اور اس کو وہ اعلیٰ درجہ کے قویٰ بخشے جاتے ہیں جو تمام شعائر جو اسلام کے لئے ضروری ہوتے ہیں اور وہ تمام علوم جو اعتراجات کے اکھاڑنے اور اسلامی خوبیوں کے بیان کرنے کے لے ضروری ہیں اس کو عطا کیے جاتے ہیں“۔

تمام مدعیان مجددیت کو اس معیار پر پرکھیں کہ کیا ان کے قویٰ، ان کے افکار، ان کی تعلیم، ان کا علم، اسلام کی خوبیاں اجاگر کرنے اور اسلام کے دفاع کے لئے استعمال ہو رہی ہیں یا کہ محض چند مباحثات پر توضیح اوقات کا ذریعہ ہیں۔

پانچواں معیار

پھر آگے فرماتے ہیں:

”اس کو اخلاقی قوت بھی اعلیٰ درجہ کی عطا کی جاتی ہے“

اب ذرا غور کریں کہ کوئی مدعی ان معیاروں پر پورا اترتا ہے، تو اسے امام وقت مان لیجئے اور اگر نہیں تو پھر توضیح اوقات سے اجتناب کریں۔

اس کے بعد آپ امام الزمان کی چھ خصوصیات بیان کرتے ہیں:

(۱): پہلی اس کو قوت اخلاق دی جاتی ہے۔ اس کو بہترین اخلاقی قوت دی جاتی ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کی اصلاح کرتا ہے۔

(۲): دوسری اس کو قوت امامت دی جاتی ہے یعنی نیک اعمال اور اقوال اور الٰہی معارف میں اور باریک در باریک نکات جاننے میں اور قرآن مجید کا علم حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ اسے گہری نظر عطا کرتا ہے۔

(۳): تیسری اس کو قوت جو عطا ہوتی ہے وہ بسط فی العلم ہے جو امامت کے لئے ضروری ہے یعنی اس کا علم وسیع کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اس کو ایسے انوار سکھا دیتا ہے، ایسے علوم سکھاتا ہے کہ اس کا علم وسیع ہو جاتا ہے اور وہ

شخص امامت کے قابل ہوتا ہے۔

یہاں یہ نکتہ اہم ہے کہ ایک شخص مجددیت کا دعویٰ کرے اور اس کے پاس دوسروں کو دینے کے لئے کچھ نہ ہو۔ نہ علم، نہ حکمت اور نہ روحانی قوت اور وہ محض اپنے خوابوں پر دعویٰ کرلے تو اسے محض اس کے خواب کی غلط تعبیر سے ہی موسوم کرنا چاہیے۔ اور ایسے مدعی سے الجھنے کی بجائے اس کے حق میں دعائے خیر کی جائے۔ یادرکھیں مجدد وقت کی علمی سطح عام لوگوں سے بلند کردی جاتی ہے۔

(۴): چوتھی قوت، قوت عزم ہوتی ہے۔ وہ عزم کے ساتھ اور نہ تھکنے والی کوشش کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔

(۵): پھر پانچویں قوت اس کو اللہ تعالیٰ اقبال علی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ مصیبتوں اور ابتلاؤں کے وقت بہت بڑے نشانات اس کے سامنے آتے ہیں وہ مضبوطی کے ساتھ قائم رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اقبال دیتا ہے اور بلندی عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے دین کو کامیابی عطا کرتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے دین کو اقبال عطا کرتا ہے۔

اس خوبی پر غور کرنا ضروری ہے کہ ایسا شخص دین کو سربلندی اور اس کے اقبال کے لئے آتا ہے۔ یہ نظارہ پچھلی صدی میں تمام ذی شعور انسانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور گواہی دی کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ہندوستان سے لے کر انگلستان تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔

(۶): چھٹی خصوصیت کشوف اور الہامات کا سلسلہ ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے متواتر وحی اور الہامات دیئے جاتے ہیں اور ان کشوف کو دیکھ کر لوگ نشانیاں دیکھتے ہیں۔

ان خصوصیات کے مطابق تو الہامات اور کشوف کو درجہ سب سے آخر پر آتا ہے۔ محض کشوف و الہامات کی بنیاد پر کوئی دعویٰ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور ایسے مدعی کو ماننے سے قبل ہمیں غور وفکر کرنا چاہیے۔

الہامات کے سلسلے میں حضرت مرزا صاحب کی یہ تحریر برہان قاطع ہے کہ مجدد وقت کے الہام کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''چھٹے کشوف کا اور الہامات کا سلسلہ ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ امام الزمان اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالیٰ سے علوم اور حقائق اور معارف پاتا ہے اور اس کے الہامات دوسرے پر قیاس نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ کیفیت اور کمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں اور قرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں اور دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں، ظاہر ہوتی ہیں۔ غرض جو لوگ امام الزمان ہوں ان کے کشوف اور الہام صرف ذاتیات تک محدود نہیں ہوتے بلکہ نصرت دین اور تقویت ایمان کے لئے جو نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے''۔

امام الزمان کا الہام علوم اور حقائق اور معارف سے بھرا ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے علوم کھلتے ہیں اور قرآنی معارف حاصل ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ چند ایک پیشگوئیاں کسی کی ہلاکت یا اس کی بربادی یا کسی اور معمولی امر کے متعلق ہوتی ہیں۔ بلکہ اس کے الہامات میں علم وعرفان کی روشنی ہوتی ہے۔

محض ایک خواب پر مبنی دعویٰ مجددیت کچھ شے نہیں۔ کسی کا خواب ہمارے لئے حجت ہے ہی نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی کہا ہے کہ میرا خواب بھی حجت نہیں ہے کیونکہ خواب تو تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے خواب ہیں جن کی آپؐ نے ایک تعبیر کی اور بعد میں پتہ چلا ہے کہ اس کی تعبیر کچھ اور تھی۔ اس لئے ہمیں مندرجہ بالا معیاروں کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا چاہیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہمارے سامنے ہے اور حضرت مرزا صاحب کی ذات ہمارے سامنے ہے اور آپ کی کتب ہمارے سامنے ہیں۔

ہم کسی کی مخالفت نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص دعویٰ مجددیت کرتا ہے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں، وہ اپنا کام کرے۔ یہ یاد رکھیں کہ ہم پر یہ فرض نہیں کیا بلکہ اللہ نے فرض یہ کیا ہے کہ جو تمہاری ذمہ داریاں ہیں انہیں پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زمانے کے امام کے ذریعہ مشن دیا ہے کہ آپ اسلام کی خدمت کرتے چلے جائیں، قرآن کی خدمت کرتے چلے جائیں۔ یہ عظیم الشان کام آپ کے سامنے ہیں۔ ہمیں اس کو پورا کرنے کی پوری سعی کرنی چاہیے۔

ذرا ہر وقت اپنے خوابوں، الہاموں اور کشوف کے ڈھنڈورا پیٹنے والے اس تحریر پر غور فرمائیں کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ امام الزمان کو عام سائلین کے مقابل پر الہام کی ضرورت نہیں ہوتی جتنی کہ اس کو علمی قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو دوسرے پیرایہ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ امام الزمان علم سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ اپنے الہام اور خوابوں سے۔ دوسرے اس کا کام اسلام کی خدمت کرنا ہوتا ہے اور اس کا علم اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ اس کے مقابل پر کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ اور اس کا علم اس کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے نہ کہ اس کے کشوف ورؤیا وغیرہ۔

اس جگہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک نہایت ہی اہم نکتہ بیان فرمایا ہے جس کو سمجھنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ آپ اپنی اسی کتاب ''ضرورت الامام'' میں فرماتے ہیں:

''سو امام الزمان کو مخالفوں اور عام سائلوں کے مقابل پر اس قدر الہام کی ضرورت نہیں، جس قدر علمی قوت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ شریعت پر ہر ایک قسم کے اعتراض کرنے والے ہوتے ہیں۔ طبابت کے رُو سے بھی، ہیئت کے رُو سے بھی، طبعی کے رُو سے بھی، جغرافیہ کے رُو سے بھی اور کتب مسلمہ اسلام کے رُو سے بھی اور عقلی بنا پر بھی اور نقلی بنا پر بھی اور امام الزمان حامئی بیضہ اسلام کہلاتا ہے۔ اور اس باغ کا خدا تعالیٰ کی طرف سے باغبان ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور اس پر فرض ہوتا ہے کہ ہر ایک اعتراض کو دُور کرے اور ہر ایک معترض کا منہ بند کردے۔ اور صرف یہ نہیں بلکہ یہ بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ نہ صرف اعتراضات دُور کرے بلکہ اسلام کی خوبی اور خوبصورتی بھی دنیا پر ظاہر کردے۔ پس ایسا شخص نہایت ہی قابل تعظیم اور کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے وجود سے اسلام کی زندگی ظاہر ہوتی ہے''۔

حدیث مجدد

ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (سنن ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب: مایذکر فی قرن المائۃ، حدیث: ۴۲۹۳)

اس حدیث کے پس منظر اور اس کی غرض وغایت کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ اس کے مختلف پہلو ہیں جن پر غور کرنا ضروری ہے۔

پہلی اہم بات یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایسے شخص کو مبعوث فرماتا رہے گا جو دین کی تجدید کا عظیم الشان مشن پورا کرے گا۔ اس حدیث میں لفظ ''صدی کا سر'' استعمال ہوا ہے۔ یہ ''راس'' صدی کا آغاز بھی ہوسکتا ہے اور اخیر بھی دوسرے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وہ اس امر کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے، پھر وہ اس کی طرف چڑھ جائے گا ایک دن میں جس کا اندازہ ایک ہزار سال ہے اس سے جو تم گنتے ہو''۔ (السجدۃ ۳۲:۵)

اور پھر اسی طرح سورۃ القدر میں فرماتا ہے:

''یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے'' (القدر ۹۷:۳)

قرآن کے ان دونوں مقامات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خدا کی کتاب میں مہینہ، سال اور صدی کی گنتی سے مراد معین مدت نہیں ہوتی بلکہ اس سے کثرت مراد لی گئی ہے۔ لہٰذا صدی سے مراد لمبی مدت اور لمبا زمانہ بھی ہوسکتا ہے اور اس سے مختصر عرصہ بھی۔ جیسا کہ ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ مجددین جن کا ذکر کیا جاتا ہے وہ کسی ایک خاص دورانیہ کے بعد دعویٰ نہیں کرتے رہے، بلکہ کچھ کا وقت تو صدی سے بھی کم اور کچھ کا زیادہ ہے۔ یہ معاملہ بلکہ ایسے ہی ہے جیسے کہ انبیاء کی بعثت۔ کیونکہ انبیاء کی بعثت کا بھی خاص وقت نہیں تھا۔ بلکہ بعض اوقات تو بیک وقت ایک سے زیادہ انبیاء مبعوث کیے گئے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی مثال ہے۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ انبیاء کی بعثت ایک ہی علاقے یا خطے میں نہیں ہوئی اور سب کے نام اور ان سے جگہوں کے نام ہمیں معلوم نہیں۔ بالکل اسی طرح یہ ضروری نہیں کہ مجددین ومحدثین محض ایک مخصوص علاقے میں ہی مبعوث کیے جائیں۔ مجدد کسی بھی علاقے اور کوئی بھی زبان بولنے والا ہوسکتا ہے۔ چونکہ مجددیت بھی خدا تعالیٰ کے اصلاح کے مشن کا جاری پروگرام ہے اس لئے اس کی مثال بھی ویسی ہی ہے جیسے کہ انبیاء کی بعثت ہوتی تھی اور ان کا کوئی معین وقت نہیں تھا۔ اسی طرح مجدد کے مبعوث ہونے کا وقت کوئی معین نہیں۔ صدی سے مراد کثرت زمانہ لیا جاسکتا ہے اور بیک وقت ایک سے زائد روحانی ہستیوں کو بھی یہ

گذشتہ سالانہ دعائیہ 2011ء کی وہ شخصیات جو ہم سے بچھڑ گئیں

محترمہ نور جہاں بیگم (آسٹریلیا) کا دورہ پاکستان، ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب (انڈیا) حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو ہندی ترجمۃ القرآن پیش کرتے ہوئے، بیعت کا منظر
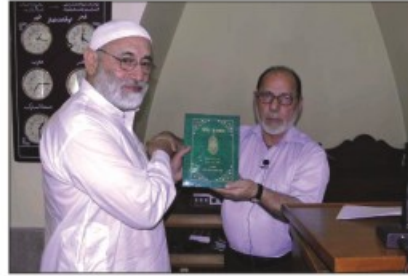
تربیتی کورس 2012ء میں انعامات حاصل کرنے والے طلباء و طالبات

سرینام کنونشن کے مختلف مناظر

ٹرینیڈاڈ (نیوگرانٹ مسجد) میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا حاضرین سے خطاب اور شرکاء کے مناظر

ٹرینیڈاڈ: احمدیہ مسلم لٹریری ٹرسٹ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر اور سوال و جواب کا منظر

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مولوی امیر علی صاحب کی اہلیہ اور بچوں کے ساتھ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ریڈیو ٹرینیڈاڈ کے عملے کے ساتھ

گیانا اور اسکیبو کی مختلف مساجد میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب اور تقاریر کی جھلکیاں

ہالینڈ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ اور مختلف مقامات پر مصروفیات کے مناظر
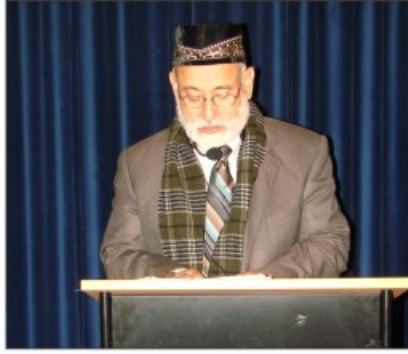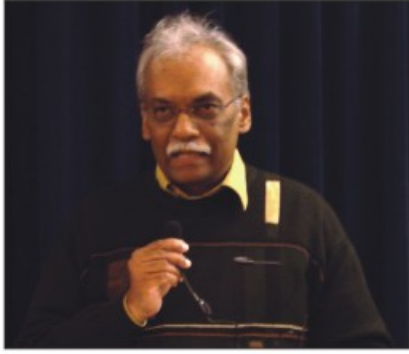
بیعت کے مناظر

انگلینڈ: حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ اور اتوار کے اجلاس میں UPF فاؤنڈیشن کے نائب صدر ٹام ملر سے ملاقات
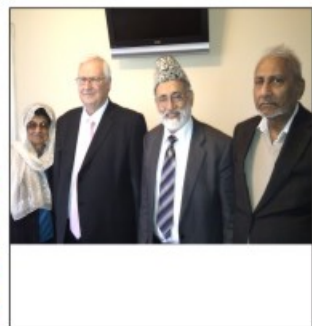
پیرس: UNO انسانی حقوق سے متعلقہ کانفرس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی شمولیت

تربیتی کورس 2012ء کے مختلف مناظر

یوتھ ڈے 2012ء

جشن آزادی پاکستان 2012ء کی تقریب کے مناظر

کینیڈا (ٹرانٹو) میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب
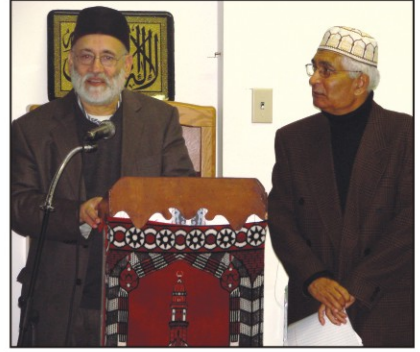
کینیڈا (وینکور) میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا عثمان الٰہی بخش صاحب کے زیر اہتمام درس قرآن کریم

کینیڈا (کیلگری) حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ درس قرآن کریم دیتے ہوئے

امریکہ: Hope میگزین کے ایڈیٹر محترم اکبر عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور کی آخری تصویری جھلکیاں

کیلیفونیا ایئر پورٹ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا استقبال اور ہیوٹ مسجد کی تقریب میں شمولیت
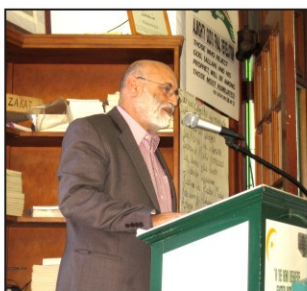
کیپٹن احمد نواز صاحب کے زیر اہتمام حضرت امیر ایدہ اللہ کا درس قرآن
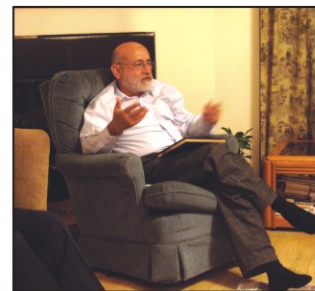
اوہائیو میں عید الضحیٰ کے پروگرام اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ

شکاگو میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا وارث ڈین محمد سینٹر میں حاضرین سے خطاب
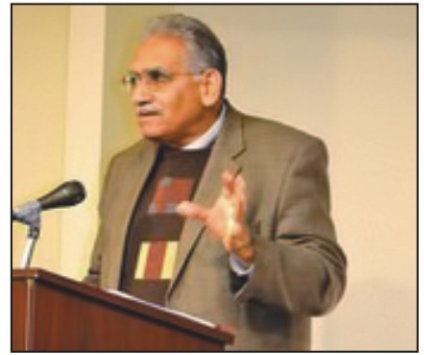
فرح خان سے ملاقات اور دینی امور پر تبادلہ خیال

ڈاکٹر حمید جہانگیری کے زیر اہتمام ذہنی امراض کے ماہرین کے ساتھ "فرائیڈ اور دین" کے موضوع پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا سمپوزیم میں اظہار خیال

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی امتیاز صاحب سے ملاقات

جمعتہ المبارک کے بعد جماعت کے چند ممبران کے ساتھ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا گروپ

لاس ویگس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سکائپ پر درس قرآن دیتے ہوئے

اکرام جہانگیری صاحب کے زیر اہتمام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا درس قرآن اور مختلف مناظر

وارث محمد مسجد میں حضرت امیر کا خطبہ جمعہ اور کیلیفونیا کے نمائندوں سے ملاقات

سرینام کنونشن 2012ء کے مختلف مناظر

سرینام کنونشن کے خصوصی اجلاس میں سرینام اور امریکہ کے سفیروں نے بھی خطاب کیا

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی سرینام نوجوان تنظیم سے ملاقات

مشن دیا جا سکتا ہے۔

دوسری اہم بات یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے'' (الانعام ۶:۱۲۴)

یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ وہ کس جگہ، کسی مقام اور کس زبان میں مصلح مبعوث فرمائے۔ یہ مجددیت کا مشن صرف ایک علاقے یا زبان کے لوگوں تک محدود نہیں۔ مجدد امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے آتے تھے اور آتے رہیں گے۔ صرف ایک مخصوص طبقہ کے لوگوں یا ایک مخصوص گروہ کے لئے نہیں۔ کوئی امت کی اصلاح انڈونیشیا میں کر رہا ہوگا تو کوئی روس میں اسلام کی تجدید۔ کوئی عرب کی اصلاح پر مامور ہوگا تو کوئی ہندوستان کی۔ کسی کی زبان عربی ہوگی تو کسی کی ترکی۔ کوئی فارسی میں علم الکلام پیش کرے گا تو کوئی ہندی میں۔

یہی وجہ ہے کہ اس حدیث میں مسلمانوں کو مکلّف نہیں کیا گیا کہ وہ ایسے شخص کا انتظار کریں، اس کی تلاش کریں یا اس پر ایمان لائیں۔ اس کی ممکنہ تشریح خود پیغمبر ہادی خاتم النبیینؐ نے یوں فرما دی:

''جس نے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا''۔

یعنی مجدد یا امام وقت کو جو نہ پہچانے وہ جہالت کی موت مرتا ہے۔ نہ تو ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور نہ ہی غیر مومن کا۔

امام وقت کو نہ پہچاننا جہالت کے زمرے میں آتا ہے اور میرے خیال میں کوئی بھی صاحب ضمیر، صاحب علم و عرفان اور صاحب بصیرت انسان نہیں چاہے گا کہ وہ اپنے آپ کو اس زمرے میں داخل کرے۔ اس لئے زمانے کے امام کا ساتھ برکتوں اور رحمتوں کا موجب ہوتا ہے۔

چونکہ امام وقت زمانے کے امراض کی تشخیص کرتا اور علاج بیان کرتا ہے اس لئے اس کا ساتھ رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو ایک خاص راستے کی طرف گامزن کرتا اور انہیں روحانی زندگی کے احیاء اور دنیا میں زندہ رہنے کے لئے ایک خاص مشن اور اس کی تکمیل کے لئے سعی اور جدوجہد کا پیغام دیتا ہے اور ان کے اندر دین کی خدمت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اہل علم امام کی شناخت بھی کر لیتے ہیں اور اس کا ساتھ بھی دیتے ہیں اور محض جہالت سے اس کا انکار نہیں کرتے۔ اس کی تکفیر پر نہیں اتر آتے بلکہ اس کے کام یعنی خدمت اسلام میں اس کے موید ہوتے ہیں۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

''اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ (بدی کی) سزا دینے میں سخت ہے''۔ (المائدۃ ۵:۲)

یعنی امام وقت کو اس کے نیک، اعلیٰ و ارفع مشن میں تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمیں اس نیک کام میں تعاون کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لئے حضرت مرزا صاحب کی دس شرائط بیعت میں آخری شرط یہ ہے:

''اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار اطاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو''۔

یعنی آپ اپنی بیعت اطاعت در معروف کی لیتے ہیں کہ اچھے نیک اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو اور اگر کوئی حکم میرا خلاف قرآن اور خلاف اسلام ہو تو اسے چھوڑ دو۔

اس لئے ہمیں کسی بھی مدعی مجدد کی بیعت اور اس کا ساتھ دینے سے پہلے اچھی طرح ان معیاروں پر اس کو پرکھنا چاہیے اور اس معاملے میں جذباتی پن اور خوابوں کی غلط تعبیروں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

سب سے اہم نکتہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک عظیم الشان مشن سونپ دیا ہے ہمیں اس مشن کو آگے لے جانے کے لئے سعی کرنی ہے نہ کہ کسی اور کی آمد کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا ہے۔ ہمارا کام پوری تندہی سے خدا اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کرنا ہے۔

☆☆☆☆

اشاعتِ دین اور حرکتِ اجتماعیہ

جلسہ سالانہ میں شمولیت کی برکات

(از: ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم ومغفور)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منجانب اللہ صادق مامور ہونے کا ایک عظیم ثبوت یہ امر ہے کہ جہاں آپ نے اپنے انفاس قدسیہ سے افراد جماعت میں نیکی اور پاکبازی کا جذبہ پیدا کر دکھلایا جو آج کی مادیت کی عالمگیر فضا میں ایک زبردست معجزہ ہے وہاں آپ نے زمانہ کی مناسبت کے مطابق جہادِ دین کی غرض سے ایک ''اجتماعی حرکت یا جماعتی اتحاد و تنظیم کی بناء'' ڈالی۔ انفرادی قلبی تبدیلی اور تحریک اجتماعیہ دراصل دونوں لازم و ملزوم حقیقتیں ہیں جو ایک دوسرے سے بشدت متصل ہیں۔ اگر کسی جماعتی حرکت کو وجود میں لانے کے لئے انفرادی زندگیوں میں اس حرکت کے مناسب حال تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے تو افراد میں تبدیلی کے لئے ایک اجتماعی تحریک کی حاجت بھی اسی طرح لازم پڑی ہے۔ ان دونوں انفرادی و اجتماعی تبدیلیوں کا باہمی ایک دوسرے سے چولی دامن کا ساتھ ہے، اور یہ دونوں امور باہم ایک دوسرے سے گہرے روابط سے وابستہ ہیں۔ چنانچہ یہی اس امر کا باعث ہے کہ دین اسلام میں انفرادی و اجتماعی دونوں تحریکیں ساتھ ساتھ پیوست کی گئی ہیں۔

نماز کی ادائیگی اگر خلوت میں خدا تعالیٰ سے حقیقی تعلق لگانے کے لئے فرض کی گئی ہے تو نماز باجماعت بھی فریضہ خداوندی قرار دیا گیا ہے۔ صدقات و خیرات کی ادائیگی اگر علیحدہ طور پر فرض ہے ایسی تنہائی کی حالت و خاموشی کے ساتھ کہ اگر دائیں ہاتھ دے تو بائیں کو خبر تک نہ ہو، تو اس کی اجتماعی صورت زکوٰۃ رکھی گئی ہے۔ ایسا ہی محض رضاء الٰہی کی خاطر مخلوقِ خدا کی سچی ہمدردی کے جذبہ سے متاثر ہو کر بموجب الفاظ فرقان قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العلمین ۔ دنیاوی لذائذ و ضروریات کو ترک کر دینا ایک انفرادی کیفیت ہے تو اس کی جماعتی کیفیت فریضہ حج کی ادائیگی کی شکل میں ترک اہل و عیال اور خاندان و وطن بلکہ قوم و نسل کے تعلقات کو چھوڑ کر یہاں تک کہ لباس و آرائش بدنی سے بے پروائی اختیار کر کے، حج کے ارکان کی ادائیگی میں ہے۔

کوئی اجتماعی حرکت بجز انفرادی تبدیلی ممکن نہیں مگر جہاں یہ حقیقت صادق ہے وہاں یہ بھی درست ہے کہ انفرادی تبدیلی اپنے ثبات و تکمیل کے لئے ایک اجتماعی ماحول کی طلبگار ہے۔ اکیلا فرد کیسے ہی نیک و پاک جذبات سے سرشار ہو بغیر سازگار ماحول کے بے کار و بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس زمانہ میں جب حضرت اقدسؑ نے اسلام کے جہاد کو اشاعت دین سے متعلق قرار دیا اور افراد کو اپنی زندگیوں میں اس کے حصول کے مناسب حال تبدیلی پیدا کرنے کا ارشاد فرمایا تو پھر لازم ہوا کہ اس غرض کی تکمیل کے لئے ایک جماعتی نظام یا حرکتِ اجتماعیہ بھی موجود ہو چنانچہ جماعت احمدیہ کے افراد پر لازم قرار دیا کہ ہر سال میں ایک مرتبہ جمع ہو کر باہم ایک دوسرے سے تعلقات اخوت کو مضبوط کریں۔ اس جلسہ سالانہ کی اغراض کوئی سیر و تفریح کے سامان پیدا کرنا نہیں، نہ ہی اس بابرکت اجتماع کا مقصد کسی میلہ یا عرس کا انعقاد ہے بلکہ اصل غرض جیسے کہ آپ کے ارشادات سے جو اسی اشاعت میں احباب مطالعہ فرمائیں باہمی یگانگت اور تعلقات محبت و مودت کا بڑھانا ہے۔ جب اشاعت اسلام کا مقصد حصول غرض و غایت ٹھہرا جس کے لئے ضروری ہے کہ افراد جماعت روحانی، وجدانی اور اخلاقی جوہروں کو نشو و نما دیں تو اس کے لئے یہ کس قدر ضروری ہے کہ ایسے افراد سال بھر میں کم از کم ایک مرتبہ جمع ہوں اور ان اوصاف و جذبات کو ترقی دینے میں باہمی تعاون و امداد کریں۔ وتعاونو اعلی البر والتقویٰ کے ارشادِ خداوندی کے تحت نیکی اور پاکیزگی کے جوہروں کی ترقی کے سامان پیدا کریں۔ ایک دوسرے کے بہترین خلق سے متاثر ہوں۔ اسی جملہ فرقانی سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ بغیر

تمدن وتعاون نیکی و پاکیزگی ترقی پذیر نہیں اور یہ امر بھی معلوم ہوا کہ باہمی ربط و تعاون کا مقصد بجز ارتقاء تقویٰ اور کچھ نہ ہونا چاہیے۔

قرآن کریم نے یہ کس قدر عمدہ و اعلیٰ اصول ہمیں بتلا دیا کہ تمدن وتعاون تو فطرت انسانیہ کا جزو لاینفک ہے اس کے بغیر اکیلے انسان کی زندگی کبھی مطمئن ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن خبردار! اس فطرتی ملکہ کی ترقی کے لئے کہیں زیادتی وظلم کا طریق کار اختیار نہ کر لینا!

اس وقت تمام جہان میں عام طور پر مگر پاکستان میں بالخصوص تمدن وتعاون کی صورت یہ نظر آ رہی ہے کہ لوگ باہمی ایک دوسرے سے وابستگی اس لئے پیدا کرتے اور کسی حرکتِ اجتماعیہ کو اس لئے معرض وجود میں لاتے ہیں تا دنیاوی و ادنیٰ اغراض کے حصول یا ظلم وزیادتی کرنے کی غرض سے تعلقات استوار کریں۔ لیکن جہاں نیکی و پاکیزگی کے اعلیٰ جوہروں کی ترقی ونشوونما مقصود ہو وہاں جمع نہیں ہو پاتے بلکہ الگ الگ اپنے اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھ رہتے ہیں۔ پاکستان کے افراد اور اجتماعی حرکات وہ سیاسی ہوں یا دینی، تعلیمی ہوں یا اقتصادی آج جس المیہ عظیم کا شکار ہیں وہ یہی ہے کہ ظلم وزیادتی اور غضب و پامالی حقوق کی خاطر تو لوگ جمع ہو جاتے اور ان کے حصول کے لئے مال وجان تک کی بازی لگا دینے سے نہیں ہچکچاتے لیکن جب سوال انصاف و امن اور بحالی حقوق انسانیت اور اسلام کا ہو وہاں وہ تعاون و امداد اختیار کرنے کی بجائے اپنی اپنی راہِ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی اپنی عافیت وسکینت سمجھ بیٹھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے جب جہادِ زمانہ کی تحریک قائم کی تو اسے اجتماعی شکل بھی دی۔ اس امر حقہ کا اعتراف چوہدری افضل حق صاحب مرحوم صدر جماعت احرار نے بھی ایک تحریر میں یوں کیا ہے کہ:

''مسلمانوں میں صرف ایک دردمند دل انسان پیدا ہوا جس نے اشاعتِ دین کی ندا بلند کی اور اپنے گرد ایک جماعت اکٹھی کر لی جو اس مقصد کی حامل ہے، اور ایسی کوئی دیگر جماعت مسلمانوں میں پیدا نہ ہو سکی''۔

یہ وہ حقائق ہیں جنہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ پس کیا یہی ایک امر ہمارے لئے کافی نہیں کہ اس زمانہ میں صرف ایک دردمند دل انسان، حمایت دین کے لئے تڑپ اٹھا اور صرف اسی شخص کے گرد وہ اجتماعی حرکت گھوم رہی ہے جن کا خالصتاً مقصد ترقی وترویج دین اسلام اور قرآن وسنت ہے نہ کچھ اور۔ ہمارے احباب کو چاہیے کہ وہ اجتماع کی عظیم برکات سے باخبر ہوں کیونکہ بجز جماعتی اقدام، انفرادی حرکت بے حقیقت وہیچ ہے۔

احباب پر از بس اس عظیم حقیقت کا روشن ہونا لازم پڑا ہے کہ جب تک وہ ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے کے قلب و ایمانی اور اعلیٰ اخلاقی تاثرات سے مستفید نہ ہوں گے ان کے اندر نور کی جو چنگاری سلگ رہی ہے اس کے بجھ جانے کا خطرہ ہر وقت درپیش ہے۔

حضرت مولانا نورالدین کا واقعہ ہے کہ آپ کسی اپنے شیخ وپیر سے دیر بعد ملے تو موخرالذکر نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے کسی قصاب کو اپنی چھریاں ایک دوسرے پر رگڑتے ہوئے دیکھا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر جو چربی کا زنگ چڑھ جاتا ہے وہ رگڑنے سے دور اور صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی قلوب کی حالت ہے۔ حضرت اقدسؑ بھی اس بارہ میں مفصلہ ذیل ارشاد فرماتے ہیں:

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض وغایت

''یہ سلسلہ بیعت بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت وعظمت ونتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ بابرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک ومقدس خدمات میں جلد کام آ سکیں۔ اور ایک کاہل اور بخیل و بےمصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسانی کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ جبکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں، یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے سرانجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان سے عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی

بندگان کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔

ایمان باللہ اور عمل صالح پر مبنی ایک اصلاح یافتہ جماعت

''چند دنوں سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے۔ بس ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے۔ میں باہر لوگوں میں بیٹھتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے۔ وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں۔ جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے۔ غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی وہ خیال کیا ہے؟

وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو۔ اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستے پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پالیا اور اس کو پوری طرح زیر بھی کرلیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال ہے جو مجھے آج کل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا''۔ (ملفوظات ماخوذ از تفہیمات احمدیہ ص ۶۔۷)

☆☆☆☆

صرف احباب جماعت کے لئے

دارالسلام آؤ

خدا کو یاد کرنے کے لئے دارالسلام آؤ
محبت عام کرنے کے لئے دارالسلام آؤ
خدا کی راہ میں جو دن بھی گذرے وہ غنیمت ہے
نیا اک عہد کرنے کے لئے دارالسلام آؤ
یہاں آؤ امامِ وقت کے ارشاد سننے کو
مقدم دین کرنے کے لئے دارالسلام آؤ
امیر قوم نے تم کو بلایا ہے ضرور آؤ
دلوں کو شاد کرنے کے لئے دارالسلام آؤ
محبت جو دلوں میں موجزن ہے لے کے آجاؤ
محبت اور کرنے کے لئے دارالسلام آؤ
چلے آؤ یہاں پر آخرِ شب سجدہ ریزی کو
خدا سے پیار کرنے کے لئے دارالسلام آؤ
تمہارا فرض ہے تم دین کو دنیا پر ترجیح دو
یہی اک کام کرنے کے لئے دارالسلام آؤ
جو راضی ہیں وہ آئیں جو خفا ہیں وہ بھی آئیں
دلوں کو صاف کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

(محمد صالح نور)

☆☆☆☆

اک شخص جو سارے چمن کو ویران کر گیا

از: عامر عزیز الازھری

قضاوقدر کا کھیل بھی نرالہ ہے اور فانی انسان کے ڈھنگ بھی عجیب۔ خدا کی آخری کتاب نے کل من علیھا فان اور کل نفس ذائقة الموت کا پیغام دے کر ڈھارس بندھائی اور ساتھ ہی فلسفہ حیات وممات کا درس بھی دے دیا کہ خلق الموت والحیاة کہ زندگی سے پہلے موت ہے اور زندگی کے بعد بھی موت۔ بس یہ تو زندگی گذارنے کا ڈھنگ ہے جو اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ انسان ہمیشہ کے لئے مٹ گیا یا بل احیاء ولکن لاتشعرون کی معراج پر پہنچ جائے گا۔ کامیاب وہی انسان ہوتے ہیں جو موت کو شکست دیتے اور لافانی زندگی کے حصول کے لئے سرگرداں رہتے ہیں۔ ایسی ہی ایک شخصیت ہمارے مرحوم بھائی فیض الرحمٰن صاحب کی تھی۔ جہد مسلسل اور عزم پیہم کا خمیر لے کر آئے تھے اور اسی کے ساتھ ساری زندگی گذار کر چلے گئے۔ مرحوم جماعت احمدیہ لاہور کی تاریخ کی چلتی پھرتی ڈائری تھے۔ آپ کو حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر موجودہ حضرت امیر قوم ڈاکٹر عبدالکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تک پانچوں سربراہان جماعت کے ساتھ کام کرنے کی سعادت حاصل تھی۔ یوں انہوں نے اپنی زندگی کے ساٹھ (60) سال انجمن کی خدمت میں صرف کر دیئے۔ اگر کوئی جماعت کے کسی بزرگ کا نام لیتا تو اس کی مکمل تاریخ اور اس کے بچوں تک کی معلومات مرحوم فیض الرحمٰن کی نوک زبان ہوتی تھیں۔

سب سے اہم بات جس کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ مرحوم کے ذمہ انجمن کے ممبران سے چندہ جمع کرنا اور مالی معاملات تھے اور انہوں نے ساٹھ (60) تک اس خدمت کو سرانجام دیا اور اس جماعت کا ہر فرد گواہ ہے کہ مرحوم نے ایک ایک پیسے کا حساب چکا دیا اور کبھی کوئی بھی انسان ان پر انگلی نہیں اٹھا سکتا کہ ان سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو۔ اور ہم اس بات کے چشم دید گواہ ہیں کہ انہوں نے انجمن کی خدمت اس انداز سے کی کہ انجمن ان کی مقروض ہے۔ وہ اپنا تن من دھن اس پر وار گئے۔

فیض الرحمٰن مرحوم ومغفور نہایت سادہ اور صاف گو انسان تھے، بلاخوف و خطر اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے حق بات بیان کرنے میں کوئی لیت ولعل سے کام نہیں لیتے تھے۔ آپ چونکہ خود ہندوستان سے یہاں آئے تھے اس لئے اپنے خاندان اور ممبران جماعت سے ملاقات کے لئے ہندوستان جاتے رہتے تھے اور جتنی ان کی شناسائی پاکستان میں تھی اتنی ہی ہندوستان میں بھی تھی۔ افراد جماعت کے ساتھ وہاں بھی اتنا گہرا تعلق تھا جتنا یہاں۔ ان میں خدا تعالیٰ نے تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا جذبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ کتابیں پڑھنے کا از حد شوق تھا۔ اسی لئے اسلامی کتب اور جماعتی لٹریچر کا وسیع علم تھا۔ تمام تقاریر اور خطبات جمعہ نہایت جوش اور پوری توجہ سے سنتے تھے۔ اخبارات کا مطالعہ ان کے مشاغل میں شامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ موقع ومحل کی مناسبت سے اکثر شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔

فیض صاحب مرحوم ومغفور کی سب سے بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ وہ گھنٹوں گفتگو کر سکتے تھے اور جب تک مخاطب تھک نہ جاتا یا خود ان سے درخواست نہ کرتا تو ان کی باتیں اور محبتوں کے پیغامات ختم ہونے کو نہیں آتے تھے۔ جماعتی دوروں اور پروگراموں میں باقاعدگی سے اور شوق سے حصہ لیتے تھے۔ کبھی جنوبی پاکستان تو کبھی شمالی علاقہ جات میں جماعت کے افراد کے ساتھ رابطے کے لئے نکلے ہوئے ہوتے تھے۔ جماعت کے تمام افراد کے گھر اور ان کے پتے انہیں زبانی یاد تھے۔

فیض الرحمٰن مرحوم و مغفور دفتر کے اوقات کے اس قدر پابند تھے کہ نوجوان بھی ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے جب بطور جنرل سیکرٹری کے چارج سنبھالا تو انہیں اجازت دی کہ وہ جب چاہیں اور جس وقت چاہیں دفتر آئیں۔ مگر مجال ہے کہ انہوں نے کبھی اس سہولت سے فائدہ اٹھایا ہو۔ اور ہمیشہ وقت پر دفتر اور پھر رات کو بیٹھ کر باقی ماندہ کام نبٹاتے تھے۔

مرحوم اپنے خاندان اور افراد خاندان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے لئے ہر قسم کی مالی معاونت اور مدد کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ اپنے قریبی اور دُور کے اقرباء و اعزاء کے گھر ہر موقع پر جانا اپنے لئے فرض عین سمجھتے تھے۔ ہر کسی کے دکھ میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔ اور کبھی ان معاملات میں خرچ کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

فیض الرحمٰن صاحب ایک بہترین منتظم بھی تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے ساٹھ(60) سال تک ایک ایسی ذمہ داری نبھائی جو کہ بغیر نظم و ضبط اور بہترین تنظیم کے ممکن نہ تھا۔ سالانہ دعائیہ ان کی یاد تازہ کرتا رہے گا کہ ادھر اپیل ہوئی اور اگلے لمحے فیض الرحمٰن مرحوم و مغفور نے حاضرین میں لفافے اور چٹیں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ اور ان لفافوں اور چٹوں کو سنبھال کر رکھنا اور پھر سارا سال لوگوں سے وعدہ جات پورا کرنے کا تقاضا کرتے رہنا یہی کچھ فیض الرحمٰن تھے۔

میں اکثر سوچتا تھا کہ ان کے ساتھ کسی کو بطور اسسٹنٹ لگایا جائے جو یہ کام سیکھ سکے مگر ہر بار دل نے یہی جواب دیا کہ نہیں فیض الرحمٰن جیسا بنانا ہمارے بس کا کام نہیں یہ تو محض خدائی انعام ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ ایسے لوگ بنائے نہیں جاتے یہ خود بخود دنیا میں آتے ہیں اور اپنے حصے کی شمع جلا کر روشنی بکھیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

اخلاص، محبت، خلوص اور پیار کا مرکب فیض الرحمٰن سامانوی تھے مگر اس کے علاوہ اس دنیا کا کوئی سامان اپنے لئے اکٹھا نہیں کیا۔ میں اکثر دفتر میں رات کو بیٹھ کر تراجم و تصنیف کا کام کرتا تو فیض الرحمٰن مرحوم کا جب بھی وہاں سے گذر ہوا مجھے دیکھا تو تھوڑی دیر بعد گھر سے آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک کپ ہوتا تھا جس میں Bourn vita میرے لئے لاتے اور کہتے کہ آپ یہ کام کر رہے ہو اس لئے میں نے سوچا کہ دماغ کی تروتازگی کے لئے یہ پئیں۔ ان کے اس کپ میں جتنی جاشنی تھی اس سے زیادہ حلاوت ان کے خلوص اور محبت کی تھی۔

فیض الرحمٰن بھائی!! میں تو اب بھی دفتر میں بیٹھ کر کام کروں گا مگر Bourn vita پلانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور نہ ہی آپ جیسا خیال رکھنے والا۔ نقصان تو بہر حال میرا ہی ہوا۔ بیماروں اور کمزوروں کی اطلاع دینے والا اب کوئی نہ ہوگا اور دفتر میں مجھے لحہ بہ لحہ اور ہر حساب کتاب کی خبر دینے والا کہاں سے ڈھونڈوں گا۔

فیض الرحمٰن مرحوم کو پچھلے سال سالانہ دعائیہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی طرف سے Life Time Achievement ایوارڈ سے نوازا تو ان کی خوشی دیدنی تھی اور ساتھ ہی وہ اس موقع پر جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور میں بھی۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا کہ میں نے فیض الرحمٰن مرحوم و مغفور کی نماز جنازہ پڑھائی۔

میں جماعت کے آئندہ آنے والی نسل کو فیض الرحمٰن مرحوم کی طرف سے یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ:

ہمارا بھی خون شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

فیض الرحمٰن مرحوم و مغفور کا خون پسینہ اور اس کے قدموں کی مٹی ہم پر قرض ہے کہ جب بھی بہار آئے، گلستان میں کلیاں مہکیں، ہر طرف پھولوں کی طراوت ہو اور آزادی کی خوشبو اپنے آنچل لہرائے تو فیض الرحمٰن کی یاد اور اس کا قرض فراموش نہ کریں، کہیں ان کی روایات اور ان کی خدمات تاریخ کے بے رحم موجوں میں مٹ نہ جائیں۔

خدا حافظ فیض الرحمٰن! تمہاری خوبیاں زندہ تمہاری نیکیاں باقی

☆☆☆☆

قسط سوئم

کشتی نوح

سوال و جواب کی صورت میں

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ

سوال نمبر(۲۶): انجیل کی دعا اور قرآن کی دعا میں کیا فرق ہے؟

جواب انجیل تو خدا کی بادشاہت آنے کا ایک وعدہ کرتی ہے مگر قرآن بتلاتا ہے کہ خدا کی بادشاہت تم میں موجود ہے۔ نہ صرف موجود بلکہ عملی طور پر تم پر فیض بھی جاری ہیں۔ غرض انجیل میں تو ایک وعدہ ہی ہے۔ مگر قرآن نہ محض وعدہ بلکہ قائم شدہ بادشاہت اور اس کے فیوض دکھا رہا ہے۔ اب قرآن کی فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس خدا کو پیش کرتا ہے جو اسی زندگی میں راستبازوں کا منجی ہے اور کوئی نفس اس کے فیض سے خالی نہیں۔ بلکہ ہر نفس پر اس کی ربوبیت رحمانیت اور رحیمیت کا فیض جاری ہے۔ مگر انجیل اس خدا کو پیش کرتی ہے جو ابھی اس کی بادشاہت کا وعدہ ہے۔ انجیلوں میں حلیموں، غریبوں اور مسکینوں کی تعریف کی گئی ہے اور ان کی تعریف جو ستائے جاتے ہیں۔ مگر قرآن صرف یہی نہیں کہتا کہ ہر وقت مسکین بنے رہو اور شر کا مقابلہ نہ کرو۔ بلکہ کہتا ہے کہ حلم، مسکینی اور ترکِ مقابلہ اچھا ہے مگر موقع محل دیکھ کر ہر ایک نیکی کرو۔ انجیل یہ دعا سکھاتی ہے کہ ''ابھی خدا کی بادشاہت تم میں نہیں آئی۔ اس کے آنے کے لئے دعا مانگا کرو۔ انجیل کی دعا میں تو ہر روز روٹی مانگی گئی ہے۔'' پھر اس کے بعد یہ قول کہ ''جس طرح ہم اپنے قرض داروں کو بخشتے ہیں تو اپنے قرض ہمیں بخش دے''۔ ایسا ہی انجیل میں ہے کہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھری میں جا۔ مگر قرآن سکھاتا ہے کہ اپنی دعا کو ہر ایک موقع پر پوشیدہ مت کرو بلکہ تم لوگوں کے روبرو بھی دعا کیا کرو۔ تا کہ اگر کوئی دعا منظور ہو تو مجمع کے لئے ایمان کی ترقی کا موجب ہو۔

انجیل میں ہے کہ تم اس طرح دعا کرو کہ ''اے ہمارے باپ کہ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔ تیری بادشاہت آوے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے۔ زمین پر آوے۔ ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش''۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ خدا کی تقدیس کر رہا ہے۔ پہاڑ اس کے ذکر میں مشغول ہیں، دریا اس کے ذکر میں مشغول ہیں، درخت اس کے ذکر میں مشغول ہیں اور بہت سے راستباز اس کے ذکر میں مشغول ہیں۔ ہر ایک چیز اس کی اطاعت کر رہی ہے۔ پہاڑوں اور زمین کا ذرہ ذرہ اور دریاؤں اور سمندروں کا قطرہ قطرہ، درختوں اور بوٹیوں کا پات پات اور ہر ایک جز ان کا اور انسان اور حیوانات کے کل ذرات خدا کو پہچانتے ہیں۔ قرآن تو صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ کوئی چور، خونی، زانی، کافر، فاسق، سرکش، جرائم پیشہ کسی قسم کی بدی زمین پر نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ آسمان پر اس کو اختیار نہ دیا جائے۔ خدا نے خود آسمان پر فرشتوں کے لئے جدا قانون بنایا اور زمین پر انسانوں کے لئے جدا۔ خدا نے اپنی آسمانی بادشاہت میں فرشتوں کو کوئی اختیار نہیں دیا بلکہ ان کی فطرت میں ہی اطاعت کا مادہ رکھ دیا۔ وہ مخالفت کر ہی نہیں سکتے۔ جبکہ انسان کو بدی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ مگر انسان جب خدا سے طاقت طلب کریں تو ان کی کمزوری دور ہو سکتی ہے، جیسا کہ خدا کے نبی اور رسول بچتے ہیں۔

انجیل کی دُعا انسانوں کو خدا کی رحمت سے نا امید کرتی ہے۔ اس کی ربوبیت اور جزا سزا سے عیسائیوں کو بے باک کرتی ہے اور اس کو زمین پر مدد دینے کے قابل نہیں جانتی اس کے مقابل پر جو دعا خدا نے مسلمانوں کو قرآن میں سکھلائی ہے وہ اس بات کو پیش کرتی ہے کہ زمین پر خدا بیکار نہیں۔ بلکہ اس کا سلسلہ ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مجازات زمین پر جاری ہیں۔ اور وہ اپنے عابدوں کو مدد دینے کی طاقت رکھتا ہے اور مجرموں کو اپنے غضب سے ہلاک کر سکتا ہے۔

یہ دعا جو سورۃ فاتحہ میں ہے انجیل کی دعا ہے بالکل برعکس ہے کیونکہ انجیل کی

رُو سے نہ زمین پر خدا کی ربوبیت کچھ کام کر رہی ہے، نہ رحمانیت، نہ رحیمیت، نہ قدرت جزا سزا۔ مگر سورۃ فاتحہ میں خدا کی بادشاہت کے تمام لوازم بیان کئے گئے ہیں جبکہ انجیل میں زمین پر خدا کی موجودہ بادشاہت سے انکار کیا گیا ہے۔

سوال نمبر(۲۷): حضرت صاحب فرماتے ہیں: ''گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے'' اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب: آپ اپنی کتاب ''کشتی نوح'' صفحہ ۶۶ پر فرماتے ہیں: ''اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں۔ یقین ہی ہے جو گناہ سے چھڑاتا ہے۔ یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے، یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے۔ کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو؟ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو؟ کیا آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفارہ اور ایسا فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کرا سکے؟ کیا مریم کا بیٹا عیسیٰ ایسا ہے سو اس کا مصنوعی خون گناہ سے چھڑائے گا؟ اے عیسائیو! ایسا جھوٹ مت بولو۔ جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ یسوع خود اپنی نجات کے لئے یقین کا محتاج تھا۔ اور اس نے یقین کیا اور نجات پائی۔ تم یاد رکھو بغیر یقین کے تم تاریک زندگی سے باہر نہیں آ سکتے۔ اور نہ روح القدس تمہیں مل سکتا ہے۔ مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔ گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو۔ کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ کسی کوہ آتش فشاں سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کرنے کی جگہ ہے یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسلِ انسانی کو معدوم کر رہی ہے۔ پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر، یا بجلی پر، یا شیر پر، یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اس کے مقابل پر تم نافرمانی کر کے سزا کی راہ اختیار کر سکو۔ یا صدق و وفا کا اس سے تعلق توڑ سکو۔ اگر تمہیں خدا اور جزا سزا پر یقین ہے تو گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا۔ یقین دکھ اٹھانے کی قوت دیتا ہے۔ یقین ہر دکھ کو سہل کر دیتا ہے۔ ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے۔

سوال نمبر(۲۸): نماز کیا چیز ہے؟

جواب حضرت صاحب فرماتے ہیں: ''نماز وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو۔ کیونکہ ان کی نماز اور ان کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے۔ باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کیا کرو۔ تا کہ تمہارے دلوں پر اس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو''۔

سوال نمبر(۲۹): پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں؟

جواب پنجگانہ نمازیں تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہیں۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں۔ اور تمہاری فطرت کے لئے ان کا وارد ہونا ضروری ہے۔ پہلے جبکہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا۔ یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوش حالی میں زوال آنا شروع ہوا اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی۔ جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔ دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جبکہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جبکہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ تمہارا خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہاری اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر اس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اس کا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی۔ تیسرا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے۔ جو اس بلا سے رہائی پانے کی امید بکلی منقطع ہو جاتی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرار دادِ جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گذر جاتے ہیں۔ یہ وہ

وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہو جاتے ہیں اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔ چوتھا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور اس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے۔ مثلاً جبکہ فرد جرم شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سنا دیا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولیس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ رات پڑ جاتی ہے۔ ایک سخت اندھیر ہو جاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

پھر جبکہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کے لئے ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہیں۔ نماز میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضاء و قدر تمہارے لئے لائے گا۔ پس قبل اس سے کہ دن چڑھے تم اپنے مولا کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔

سوال نمبر (۳۰): ''ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہیں تباہ کر سکتی ہے۔ پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے تم کس طرح بچ سکتے ہو'' حضرت صاحب کا یہ انتباہ کن کے لئے ہے؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ امیروں، بادشاہوں اور دولتمندوں کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ ''آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں اور اس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں۔ اکثر ایسے ہیں کہ دنیا کے ملک اور دنیا کے املاک سے دل لگاتے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں۔ اور موت کو یاد نہیں رکھتے۔ ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپرواہ ہے اس کے تمام نوکروں چاکروں کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔ ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اس کی گردن پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہے جو اس کے ماتحت ہو کر شراب میں شریک ہیں۔ اے عقلمندو! یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو۔ ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو۔ انسان کو تباہ کرنے والی صرف شراب ہی نہیں بلکہ افیون، گانجہ، چرس، بھنگ، تاڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کے لئے عادت کر لیا جاتا ہے۔ وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے۔ سو تم اس سے بچو، ہم نہیں سمجھ سکتے کہ تم کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو۔ پرہیزگار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں۔ اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا پوچھا جائے گا جیسا ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ۔ اے عزیزو! تم تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہو۔ سو اپنے مولا کو ناراض مت کرو۔ خدا کی طرف آجاؤ۔ ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو۔ اور اس کے فرائض میں سست نہ کرو۔ اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو۔ آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو۔ یہی راہ نجات ہے۔

سوال نمبر (۳۱): علماء اسلام سے خطاب میں حضرت صاحب کیا نصائح فرماتے ہیں؟

جواب آپ اپنی کتاب ''کشتی نوح'' کے صفحہ نمبر ۲۷ پر خصوصی طور پر علماء اسلام کو مخاطب فرماتے ہیں کہ ''اے علماء اسلام میری تکذیب میں جلدی مت کرو۔ بات کو سن کر اسی وقت رد کرنے کے لئے تیار مت ہو جاؤ۔ کہ یہ تقویٰ کا طریق نہیں ہے۔ اگر تم میں بعض غلطیاں نہ ہوتیں اور اگر تم نے بعض احادیث کے الٹے معنی نہ سمجھے ہوتے تو مسیح موعودؑ کا جو حَکم ہے آنا ہی لغو تھا۔ تم سے پہلے یہ عبرت کی جگہ موجود ہے کہ جس بات پر تم نے زور مارا ہے اور جس جگہ تم نے قدم رکھا ہے۔ اسی جگہ یہودیوں نے رکھا تھا۔ یعنی جیسا کہ تم عیسیٰؑ کے

دوبارہ آنے کے منتظر ہو وہ بھی الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ مسیح تب آئے گا جبکہ الیاس نبی جو آسمان پر اٹھایا گیا ہے دوبارہ دنیا میں آجائے گا۔ اور جو شخص الیاس کے دوبارہ آنے سے پہلے مسیح ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اور وہ نہ صرف احادیث کی رو سے ایسا خیال رکھتے تھے بلکہ خدا کی کتاب کو جو صحیفہ ملا کی نبی ہے اس ثبوت میں پیش کرتے تھے۔ لیکن جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنی نسبت یہودیوں کے موعود مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور الیاس آسمان سے نہ اترا جو اس دعویٰ کی شرط تھی تو یہ تمام عقیدے یہودیوں کے باطل ثابت ہو گئے۔ اور وہ جو یہودیوں کے خیال میں تھا کہ ایلیا نبی بجسم عنصری آسمان سے نازل ہوگا۔ اس کے آخر کار یہ معنی نکلے کہ الیاس کی خو اور طبیعت پر کوئی دوسرا شخص ظاہر ہوگا اور یہ معنی حضرت عیسیٰؑ نے خود بیان فرمائے۔ جن کو دوبارہ آسمان سے اتار رہے ہو۔ پس تم کیوں ایسی جگہ ٹھوکر کھاتے ہو جس جگہ تم سے پہلے یہود ٹھوکر کھا چکے ہیں۔ پس وہ خدا جس نے عیسیٰ کی خاطر ایلیا نبی کو آسمان سے نہ اتارا اور یہود کے سامنے اس کو تاویلوں سے کام لینا پڑا۔ وہ تمہاری خاطر کیونکر عیسیٰ کو اتارے گا۔ جس کو تم دوبارہ اتارتے ہو۔ اسی کے فیصلہ سے تم منکر ہو۔ اگر اب یہ ضروری ہے کہ عیسیٰ نبی ہیں آسمان سے آوے تو اس صورت میں عیسیٰ نبی سچا نبی نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ اگر آسمان سے واپس آنا سنت اللہ میں داخل ہے تو الیاس نبی کیوں واپس نہ آیا۔

''جس کام کے لئے آپس لوگوں کے عقیدوں کے موافق مسیح ابن مریم آسمان سے آئے گا یعنی یہ کہ مہدی سے ملکہ لوگوں کو جبراً مسلمان کرنے کے لئے جنگ کرے گا یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو اسلام کو بدنام کرتا ہے۔ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ مذہب کے لئے جبر درست ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ پھر مسیح ابن مریم کو جبر کا اختیار کیونکر دیا جائے گا۔ سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جبر نہیں''۔

''بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے اس لئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ ابن مریم صلیب سے نجات پا کر اپنی طبعی موت سے سرینگر کشمیر میں مر گیا اور وہ نہ خدا تھا نہ خدا کا بیٹا۔ سنو! میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کیلئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے۔ ان کا شکر کرنا ہمیں اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنا کام مکہ اور مدینہ میں بھی نہیں کر سکتے مگر ان کے ملک میں پیدا کر کے خدا نے مجھے اس گورنمنٹ کے اونچے ٹیلے پر جہاں مفسدین کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا جگہ دی جو آرام کی جگہ ہے اور اس ملک میں سچے علوم کے چشمے جاری ہیں۔ اور دشمنوں کے حملوں سے امن اور قرار ہے۔ پھر کیا واجب نہ تھا کہ ہم اس گورنمنٹ کے احسانات کا شکر کرتے۔ ہر ایک نادان اور ظالم طبع جب دلیل سے عاجز آجاتا ہے تو پھر تلوار یا بندوق کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے مگر ایسا مذہب ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف نہیں ہو سکتا۔ جو صرف تلوار کے سہارے سے پھیلے۔ تم ایسے جہاد سے باز آجاؤ''

سوال نمبر (۳۲): بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے۔ اس لئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کیا جواب دیتے ہیں؟

جواب کشتی نوح صفحہ نمبر ۷۵ پر اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ ابن مریم صلیب سے نجات پا کر اپنی موت طبعی سے بمقام سرینگر کشمیر مر گیا۔ وہ نہ خدا تھا اور نہ ہی خدا کا بیٹا۔ کیا مذہبی جوش والے انگریز میرے اس فقرہ سے مجھ سے بیزار نہ ہوتے؟ پس سنو! اے نادانو! میں گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے۔ ان سے قرآن کریم کی رو سے

مذہبی جنگ کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔ اوران کا شکر کرنا ہم پراس لئے لازم ہے کہ ہم اپنا کام مکہ اور مدینہ میں بھی نہیں کر سکتے مگر ان کے ملک میں خدا نے مجھے پیدا کیا۔ پس کیا میں خدا کی حکمت کی کسر شان کروں؟ اور جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ یہ بات ہمیں سمجھاتا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے بعد ہم نے عیسیٰ مسیح کو صلیبی بلا سے رہائی دے کر اس کو اور اس کی ماں کو ایک ایسے اونچے ٹیلے پر جگہ دی تھی کہ وہ آرام کی جگہ تھی اوراس میں چشمے جاری تھے یعنی سرینگر کشمیر۔ اسی طرح خدا نے مجھے اس گورنمنٹ کے اونچے ٹیلے پر جہاں مفسرین کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ جگہ دی جو آرام کی جگہ ہے اوراس ملک میں سچے علوم کے چشمے جاری ہیں۔ اور مفسدوں کے حملوں سے امن اور قرار ہے تو پھر کیا واجب نہ تھا کہ ہم اس گورنمنٹ کے احسانات کا شکر کرتے''۔

سوال نمبر (۳۳): عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ ''مسیح ابن مریم آسمان سے آئے گا اور مہدی سے مل کر لوگوں کو جبراً مسلمان کرنے کے لئے جنگ کرے گا'' حضرت صاحب کی تعلیم کے مطابق کہاں تک درست ہے؟

جواب　حضرت صاحب اس سلسلہ میں ''کشتی نوح'' کے صفحہ نمبر ۷۳-۷۴ پر یوں فرماتے ہیں:

''یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو اسلام کو بدنام کرتا ہے۔ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ مذہب کے لئے جبر درست ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ تو قرآن میں فرماتا ہے کہ ''دین میں جبر نہیں ہے'' پھر مسیح ابن مریم کو جبر کا اختیار کیونکر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جبر نہیں اور صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ جن لوگوں سے آنحضرت صلعم کے وقت میں لڑائیاں کی گئیں تھیں وہ لڑائیاں جنھوں نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بعض کو وطن سے نکال دیا تھا اور نہایت ظلم کیا تھا اور یا وہ لڑائیاں ہیں جو بطور مدافعت تھیں یعنی جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کے لئے پیش قدمی کرتے تھے یا اپنے ملک میں اسلام کو شائع ہونے سے جبراً روکتے تھے۔ ان سے بطور حفاظت خوداختیاری یا ملک میں آزادی پیدا کرنے کے لئے لڑائی کی جاتی تھی۔ بجز ان تین صورتوں کے آنحضرت صلعم اورآپ کے مقدس خلیفوں نے کوئی لڑائی نہیں کی۔ بلکہ اسلام نے غیر قوموں کے ظلم کی اس قدر برداشت کی ہے جو اس کی دوسری قوموں میں نظیر نہیں ملتی۔ پھر یہ عیسیٰ مسیح اور مہدی صاحب کیسے ہوں گے جو آتے ہی لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیں گے۔ یہاں تک کہ کسی اہل کتاب سے جزایہ بھی قبول نہیں کریں گے۔ یہ دین اسلام کے کیسے حامی ہوں گے جو آتے ہی قرآن کریم کی ان آیتوں کو منسوخ کر دیں گے جو آنحضرت صلعم کے وقت میں بھی منسوخ نہیں ہوئیں۔ اوراس انقلاب سے پھر بھی ختم نبوت میں حرج نہیں آئے گا۔ اس زمانہ میں جو تیرہ سو برس عہد نبوت کو گذر گئے اور خود اسلام اندرونی طور پر ۷۳ فرقوں میں پھیل گیا۔ سچے مسیح کا یہ کام ہونا چاہیے کہ وہ دلائل کے ساتھ دلوں پر فتح پاوے، نہ تلوار کے ساتھ اور صلیبی عقیدہ کو توڑتا پھرے جو چاندی، سونے یا پیتل یا لکڑی سے بنائی جاتی ہیں۔ اگر تم جبر کرو گے تو تمہارا جبر اس بات پر کافی دلیل ہے کہ تمہارے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہیں۔ پھر اگر کہو کہ عربوں کے لئے یہی حکم تھا کہ زبردستی یا جبراً مسلمان کئے جائیں تو یہ خیال قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام عرب نے آنحضرت صلعم کو سخت ایذا پہنچایا تھا اور بہت سے صحابہ مردوں اور عورتوں کو قتل کر دیا تھا۔ کچھ کو وطن سے نکال دیا تھا اس لئے وہ تمام لوگ جو مرتکب جرم قتل یا معین اس جرم کے تھے وہ سب خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنی خون ریزی کے عوض میں خون ریزی کے لائق ہو چکے تھے۔ ان کی نسبت بطور قصاص اصل حکم قتل کا تھا۔ مگر ارحم الراحمین کی طرف سے یہ رعایت دی گئی کہ اگر کوئی ان میں سے مسلمان ہو جائے تو اس کا گذشتہ جرم جس کی وجہ سے وہ قابل سزائے موت ہے بخش دیا جائے گا۔ پس کہاں یہ صورت رحم اور کہاں جبر''۔

☆☆☆☆

از: ڈاکٹر عبدالوحید صاحب

سخاوت کا پیکر

(نصیر احمد فاروقی صاحب رحمتہ اللہ علیہ)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وہ احباب و خواتین جنہوں نے مرحوم کی معیت میں کچھ عرصہ گذارا ہے یا ان کے قرآن کے درس، تقریریں اور واعظ سنیں ہیں وہی جانتے ہیں کہ ان کے دل میں اشاعت دین اسلام اور قرآن کی کتنی تڑپ تھی۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ذکر سے معمور ہوتا تھا۔ آپ جماعت احمدیہ لاہور کے نائب صدر بھی رہے۔ حکم الٰہی کے مطابق ۵ اور ۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کی درمیانی شب کو رات ۸ بجے اپنے محبوب مولائے حقیقی سے جا ملے اور ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ ''بے شک ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔ وفات سے قبل آپ نے اپنی تمام جائیداد احمدیہ انجمن لاہور کے نام وقف کر دی تاکہ خدمت دین اور قرآن جاری رہے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت ترا

۶ دسمبر بروز جمعہ سہ پہر تین بجے آپ کی نماز جنازہ حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان مرحوم نے پڑھائی اور احباب جماعت کی ایک بہت بڑی تعداد نے پُرنم آنکھوں کے ساتھ دارالسلام کے قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا۔ جناب فاروقی صاحب کی دائمی جدائی کے غم سے ہر شخص افسردہ تھا اور حضرت امیر اپنے بلند حوصلے کے باوجود نہایت ہی غمگین تھے۔

آپ نے تدفین کے بعد جو مختصر سا خطاب فرمایا اس سے آپ کا غم عیاں تھا۔ آپ نے فرمایا:

''فاروقی صاحب جیسی عظیم المرتب شخصیت کو آج ہم نے ہمیشہ کے لئے رخصت کر دیا۔ ان کی پاکیزہ زندگی کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ ان کی زندگی کے واقعات ایک جنتی زندگی تھی۔ وہ اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے جیئے اور راضی بہ رضا اس جہاں سے رخصت ہوئے۔ نومبر ۱۹۵۸ء میں آپ شدید بیمار ہوئے۔ اسی وقت بظاہر آپ کے جانبر ہونے کی کوئی امید نہ تھی۔ ڈاکٹر مایوس ہو چکے تھے مگر خدا تعالیٰ جس کے قبضہ قدرت میں ہر اختیار ہے اس نے معجزانہ طور پر آپ کو ایک نئی زندگی عطا فرمائی۔ بیماری کے ایام میں آپ کو عالم کشف میں آپ کے بڑے بھائی ممتاز احمد فاروقی (خدا کی رحمت ان پر ہو) کا ایک خط دیا گیا جو انگریزی میں تحریر تھا:

''کہ اس جہاں میں آپ کی آمد کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور شدید انتظار تھا مگر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک کروڑ درخواستیں پیش کی گئیں کہ نصیر احمد فاروقی کو ابھی اس دنیا سے نہ بلایا جائے بلکہ یہاں پر ہی رہنے دیا جائے''۔

فاروقی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری جماعت کی دعائیں ہیں جو درخواستوں کی صورت میں وہاں پہنچیں۔ اسی خط میں یہ الفاظ بھی تحریر تھے کہ:

''More Powers Shall be Given To You''

یعنی آپ کو مزید استعدادیں عطا کی جائیں گی۔ یہ امر واقعہ ہے اور جماعت کے اکثر لوگ جانتے ہیں کہ اس بیماری کے بعد گذشتہ چھ سال کے عرصہ میں آپ نے اتنا کام کیا جو ایک تندرست اور جوان آدمی کے لئے ممکن نہ ہوتا۔ اگر آپ کی تمام زندگی کے کام ایک پلڑے میں اور ان چھ سالوں کے دینی کام دوسرے پلڑے میں رکھے جائیں تو یہ آخری سالوں کے کام بھاری رہیں گے۔

آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کما حقہ ادا کیا اور اس کے گواہ سینکڑوں نہیں ہزاروں لوگ ہیں۔ ایسی سعادت شاید ہی کسی اور خوش نصیب کے حصے میں آئی ہو۔ ہر مصیبت اور تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا آپ کا شعار تھا۔ جس طرح آپ نے زندگی میں ہر مشکل کا مسکرا کر سامنا کیا اسی طرح مسکراتے ہوئے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کی بیگم صاحبہ نے آپ کی وفات سے چند گھنٹے پہلے دیکھا کہ آپ ہر طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں اور ایک بہت ہی انوکھی خوشی آپ کے چہرے سے عیاں ہے۔ بیگم صاحبہ کے استفسار پر فرمایا کہ انہیں ایک باغ دکھایا گیا ہے جو بہت ہی خوشنما ہے اور عجیب و غریب منظر پیش کر رہا ہے۔ اس مسکراہٹ کے دوران آپ کی زبان مبارک

سے متعدد بار یہ الفاظ نکلے (ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) جس اطمینان اور سکون کے ساتھ وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے وہ بھی ہر ایک کا نصیب نہیں۔

میاں نصیر احمد فاروقی صاحب واصل بحق ہو گئے۔ جی نہیں چاہتا کہ ان کو فات یافتہ لکھا جائے۔ باوجود اس کے کہ ان کی جسد خاکی کو ہم اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کر چکے ہیں تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابھی زندہ ہیں اور جماعت کے سالانہ دعائیہ پر جو آپ کا خاصہ رہا ہے درس قرآن دے رہے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے:

''آپ عاشق قرآن تھے اور قرآن چونکہ زندہ اور پائندہ کتاب ہے اس لئے اس کے عشق نے آپ کو بھی فوتیدگی کے باوجود زندہ کر دیا ہے۔ اور یہ وہ زندگی ہے جس کو کبھی فنا نہیں آتی۔ اور رہتی دنیا تک آپ کا عشق قرآن آپ کے زندہ ہونے کا اعلان کرتا رہے گا۔ آپ کی رحلت اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے بندہ منتخب کی رحلت ہے جو بارگاہ الٰہی میں قبولیت اور قرب کے خصوصی شرف سے مشرف ہوا اور دین و دنیا ہر دو لحاظ سے بلند مقامات خاص کئے۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی قوت قدسیہ اور حضرت امیر مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (خدا کی ان پر رحمتیں ہوں) کی تریاقی صحبت سے فیض یاب ہونے کی توفیق آپ کو بچپن سے ہی ملی تھی اور ان طیب اور شریں درختوں کے ثمر کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر خاص کے تحت آپ کو ایسی بلند پایہ صلاحتیں ودیعت فرمائیں جن کے بھرپور انداز میں بروئے کار آنے سے آپ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ان منتخب متبعین کے زمرہ میں داخل ہوئے جن کے لئے علم و معرفت میں کمال حاصل کر کے اپنی سچائی کے نور اور دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کرنا مقدر ہے۔

فاروقی صاحب کو جتنے بھی دینی اور اور دنیاوی منصب عطا ہوئے ان سب کا راز حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ اور حضرت امیر مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ سے گہری محبت اور قلبی اطاعت اور سلسلہ کے ساتھ لازوال وفا میں مضمر تھا۔ آپ قومی اور جماعتی کارناموں اور قرآن کی خدمت کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ''نصیر الدین'' تھے اور آنے والی نسلیں آپ کی یاد پر محبت اور عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔ آپ کے ان دونوں قسم کے اعزازت کے پہلو بہ پہلو خدا کی طرف سے آپ پر ایک اور بڑا فضل لمبی عمر کی شکل میں ظاہر ہوا اور ہر نیا چڑھنے والا دن آپ کے لئے نئی کامیابیوں اور کامرانیوں کی بشارت لے کر آیا۔ اس کی تہہ میں بھی قرآن کریم کی ایک ابدی صداقت کارفرما ہے کہ نفع رساں وجودوں کی عمریں دراز کی جاتی ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں: احادیث میں جو آیا ہے کہ زمانہ میں جو عمریں لمبی ہو جائیں گی اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ موت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور کوئی شخص نہیں مرے گا بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مالی جانی نصرت میں اس کے مخلص احباب ہوں گے اور خدمت دین میں لگے رہیں گے ان کی عمریں دراز کر دی جاویں۔

اس واسطے کہ وہ لوگ نفع رساں وجود ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نفع رساں وجود لمبے عرصہ تک زمین میں رہیں گے) یہ امر قانون قدرت کے موافق ہے کہ عمریں دراز کر دی جائیں گی۔

حضرت فاروقی صاحب کا ۸۵ سال کی عمر پانا اور مادی عروج کے باوجود انابت الی اللہ اور تقویٰ اللہ میں ترقی کرتے جانا یہ سب وہ امور ہیں جو روز روشن کی طرح عیاں کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اس مندرجہ بالا فرمان کو آپ کے حق میں اور ایک اور پاک اور طیب اور طویل عمر سے نواز کر آخری سانس تک دین حق کی بھرپور خدمت کرنے والے وجود کے طور پر زندہ رکھا۔ الغرض جس لحاظ سے بھی دیکھا جناب حضرت فاروقی صاحب کی ذات گرامی ایک درخشندہ نشان کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ نشان جو آپ کے وجود میں ظاہر باطنی لحاظ سے سدا دمکتا رہے گا گو انسان فانی ہے لیکن جس انسان کو اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے خدمت دین و قرآن کا نشان عطا ہوا ہو وہ کبھی فنا نہیں ہوتا اور سدا دمکتا رہتا ہے۔

نصیر احمد فاروقی صاحب کے جماعت کو نصائح

آپس میں صلح سے رہو

لفظ صلح کے معنی اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کرنا ہے اور اس لفظ کے دوسرے معنی ہیں صلح دامن میں داخل ہونا تو کیا ان دو معنوں میں نعوذ باللہ تضاد ہے ہرگز نہیں بلکہ دونوں معنی صحیح ہیں اور ان میں زبردست تعلق ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مکمل فرمانبرداری میں ہی صلح ہے نہ صرف انسان کے اندر بلکہ باہر بھی دین حقہ نے

اطمینان قلب حاصل کرنے کا کیا راستہ بتایا ہے۔

وہ آپس میں صلح و محبت ہے

برادری میں یا کسی جماعت یا خاندان میں صلح و امن قائم رکھنے کے لئے جو باتیں قرآن حکیم نے بتائی ہیں ان میں پہلی بات یہ ہے کہ مومن بھائی بھائی ہیں۔ اسلامی اخوت یا بھائی چارہ ایسی حقیقت ہے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ صحابہؓ نے یعنی مہاجر اور انصار نے جس اخوت اور بھائی چارے کا نمونہ دکھایا اس کی نظیر کسی قوم میں نہیں ملتی۔ خونی رشتہ داری اس کے آگے ہیچ تھی۔ یہ ایک وہ بھائی چارہ ہے جو نصرت الٰہی سے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

دو بھائیوں میں لڑائی جھگڑا پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں خواہ وہ خونی رشتہ سے بھائی ہوں یا دینی رشتہ سے صلح کرا دیا کرو۔

شیطان فتنہ و فساد کو پسند کرتا ہے۔ دو بھائیوں میں لڑائی جھگڑا ہو تو لوگ یا تو کھلم کھلا اس میں کود کر اسے اور بھڑکاتے ہیں یا پھر ادھر کی بات ادھر لگا کر یا دونوں میں فریق کی ہاں میں ہاں ملا کر لڑائی جھگڑے کو اور طویل دیتے ہیں۔ تو پہلی بات تو یہ فرمائی کہ خدا کا خوف کیا کرو۔ تقویٰ اللہ کے معنی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مواخذہ یا سزا سے اپنے آپ کو بچانے کے اور یہ الفاظ ان احکام پر آتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی جناب میں خاص طور پر مواخذہ یا پکڑ ہوگی تو بجائے لڑائی جھگڑا بڑھانے کے اگر صلح صفائی کرا دی جائے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔ اس کے معنی صرف دنیاوی رنگ میں رحم کے نہیں بلکہ روحانی ترقی کے بھی ہیں۔

ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو

دوسری برائی عیب جوئی ہے جس کے معنی منہ پر عیب لگانے کے ہیں۔ یہاں عیب لگانے والا اپنے اندر تکبر اور اپنے آپ کو بے عیب سمجھتا ہے اور دوسرے کو حقیر سمجھنا ہوتا ہے۔ لوگ اسے اپنی ''حق پرستی'' یا ''صاف گوئی'' کے خوبصورت نام دے کر اس مذموم فعل کو ڈھانپنا چاہتے ہیں یا پھر کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد دوسرے کی اصلاح ہوتی ہے تو برملا عیب جوئی یا طعنہ بازی سے اگلے کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر اصلاح مقصود ہو تو فرعون جیسے بد انسان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو فرمایا کہ:

تم دونوں اس سے نرم بات کرنا تا کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے خوف کھائے، اصلاح کرنے کا یہ طریق ہے نہ کہ منہ پر عیب لگانا اور طعن کرنا۔

بانی سلسلہ احمدیہ کا بھی یہی طریق تھا کہ وہ اگر کسی میں کوئی عیب دیکھتے تو اس کا نام لے کر یا اسے مخاطب کر کے اس کا ذکر نہ کرتے بلکہ اس عیب کا ذکر عام طور پر فرماتے اور دور کرنے کی نصیحت کرتے۔ جس میں عیب ہوتا تھا اس کے دل کے اندر کے چور کھٹک جاتی تھی اور حضرت اقدسؑ کے خوش اسلوبی سے عام طور پر ذکر کرنے پر وہ شخص سمجھ جاتا اور مشکور ہو کر اپنی اصلاح کر لیتا۔ میں نے تو آج تک برملا عیب لگانے یا طعن کرنے پر کسی کی اصلاح ہوتے نہیں دیکھی اور نہ ہو سکتی ہے البتہ لڑائی جھگڑے کھڑے کرنے کا یہ موثر طریق ہے۔

سب سے ضرر رساں عادت وہ ایک دوسرے پر نام دھرنا ہے یہ پھر وہی اپنے مخفی تکبر اور دوسرے کی تحقیر یا تضحیک کرنا ہوتا ہے۔ اکثر کسی کے کسی عیب پر نام دھرا جاتا ہے اور جب وہ عیب جسمانی ہو تو اس سے خصوصاً اگلے کا دل خون ہوتا ہے اور اگر وہ عیب روحانی ہو یا دینی تو وہ بھی بری بات ہے۔ کسی کے یقین دلانے کے بعد اس پر برا نام دھرنا تو بہت ہی بری بات ہے۔ جو لوگ بات بات پر کفر کے فتویٰ لگاتے ہیں یا ایک دوسرے کو فاسق یا فاجر یا منافق یا بے ایمان کہتے ہیں انہیں خدا کا خوف کرنا چاہیے۔

حضرت صاحب نے کیا خوب فرمایا:

امی و در علم و حکمت بے نظیر
ایں چہ باشد حجتے روشن ترے

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمی ہو کر علم و حکمت میں نظیر تھے۔

ایسے نافع وجود جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتے ہیں۔
جماعت احمدیہ کو اس وصال پر صدمہ تو گہرا ہے مگر ہم بقول بانی سلسلہ احمدیہ:

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

کے مصداق اللہ کی رضا پر راضی ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ مولا کریم فاروقی صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرماوے۔ آپ کا ساتھ ابرار کے ساتھ ہو اور ہم سب کو صبر کی توفیق عطا کرے۔ آمین

ایک فرشتہ صفت انسان ہم سے جدا ہو گیا

تحریر از: شمس الرحمٰن صاحب

فیض الرحمٰن صاحب 1931ء میں شہر سامانہ ریاست پٹیالہ کے ایک احمدی گھرانے میں پیدا ہوئے اور وہیں پر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ہمارے آباؤ اجداد کا مسکن ملکانہ مسجد کے ساتھ تھا اور قریب ہی بڑی مسجد جو کہ علوی خاندان کی تھی جہاں پر عید، بقرہ عید اور مختلف اسلامی تہواروں کے مواقع پر اکٹھے ہوتے تھے۔ خلیفہ محمد اکرم علوی صاحب جو کہ صحابی مسیح موعود علیہ السلام اور سیکرٹری احمدیہ انجمن سامانہ تھے کے ذریعہ ہمارے بزرگان سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

1947ء میں پاکستان بننے کے بعد آپ اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان آگئے اور جھنگ شہر میں رہائش اختیار کی۔ 1949ء میں آپ لاہور آگئے اور 1949ء میں ہی احمدیہ انجمن لاہور میں ملازمت اختیار کی۔ جب انجمن کا دفتر دارالسلام منتقل ہوا تو آپ بھی دارالسلام آگئے اور بطور محصل آپ آخیر دم تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ میرے بھائی مکرم فیض الرحمٰن اسم بامسمیٰ تھے۔ عوام الناس سے تعلق بڑھانے کا انہیں بڑا ملکہ حاصل تھا جس میں جماعت کے بزرگ اور نوجوان شامل تھے۔ ان کی سیرت کے چند پہلو اختصار کے ساتھ درج کرتا ہوں۔

جماعت کے ہر فرد کے ساتھ ان کا رابطہ رہتا تھا اور جب بھی کسی سے ملتے تو چندہ کے لئے ضرور بات کرتے اور کچھ نہ کچھ رقم چندے کے طور پر ضرور وصول کرتے۔ بڑے مہمان نواز تھے اور ہر وقت کسی نہ کسی مہمان کی تلاش میں رہتے۔ رمضان کے مہینہ میں افطاری کا خاص اہتمام کرتے اور دارالسلام میں چوکیدار، مالی وغیرہ کو افطاری کا سامان ضرور پہنچاتے۔ جو احباب مسجد میں اعتکاف میں بیٹھتے ان کو بھی افطاری کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور پہنچاتے۔ اپنا کام نہایت دیانت داری اور ایمانداری سے سرانجام دیتے رہے۔ ہر کام وقت پر کرنے کے عادی تھے۔ کبھی کسی سے کوئی گلہ نہ کرتے۔ ہمیں ہمیشہ جماعت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے۔ آپ نے تقریباً 63 سال انجمن میں خدمات سرانجام دیں اور یہ سب خدا کا فضل تھا کہ آپ 81 سال کی عمر تک انجمن کی خدمت بجالاتے رہے۔

سالانہ دعائیہ 2011ء میں آپ کو ''لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ'' سے بھی نوازا گیا۔ یہ آپ کے لئے بہت بڑا اعزاز تھا اور جماعت کی خدمت کا اعتراف بھی۔ فیض الرحمٰن صاحب ایک سچے اور سادگی پسند انسان تھے۔ وہ کبھی بھی دل میں کسی کے بارے میں کوئی غلط خیال نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی کسی سے حسد کرتے تھے۔ ان کی وفات پر جماعت کے کثیر تعداد میں افراد یہ کہہ رہے تھے کہ ایک فرشتہ صفت انسان چلا گیا اور جماعت کا بہت بڑا نقصان ہو گیا۔ یہ نقصان مدتوں پورا نہیں ہوگا۔ خدا ہمارے بھائی کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
ہم ڈھونڈنے نکلیں گے مگر پا نہ سکیں گے

وہ اپنوں اور غیروں میں کبھی فرق نہیں کرتے تھے، نہ صرف اپنے بہن بھائیوں کی پرورش کی بلکہ ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال بھی رکھا اور ان کی شادیاں بھی کیں۔ 2005ء میں بڑے بھائی انیس الرحمٰن کی وفات کے بعد اس کے تین بچوں کی شادی کی اور ہمیشہ کے لئے ان کی کفالت کی ذمہ داری آپ نے قبول کی اور آخیر وقت تک ان کو اپنے ساتھ رکھا اور ان کو کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی اور ان کو اکیلا چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ غریبوں کی مدد کرتے تھے۔ دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے اور ان کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھتے تھے اور ہمیشہ دوسروں کی خاموش خدمت کرتے تھے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں ایسا بھائی ملا جو ہر وقت ہمارا ہر طرح سے خیال رکھتا تھا۔ وفات سے دو ہفتہ پہلے بہت ہی خاموش رہنے لگ گئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بھائی آپ اتنے چپ چپ کیوں رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی اور کمزوری بہت ہوگئی ہے۔ اس لئے میں ان بچوں کے لئے پریشان رہتا ہوں۔ شاید اب میں جلدی آپ سب بچھڑ جاؤں گا۔ ان کی اچانک وفات نے ہمارے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ آج بھی یقین نہیں آتا کہ وہ محبت اور شفقت کا پیکر وہ پیارا وجود

ہمیں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔وہ ہمارے لئے انمول خزانہ تھے۔

بے حساب جائیں گے جنت میں جو ستر ہزار
کردے اے میرے خدا ان کا بھی اس میں اندراج

فیض الرحمٰن بھائی 5اکتوبر 2012ء بروز جمعتہ المبارک 12 بجے دن ہسپتال میں داخل ہوئے اور مورخہ 7اکتوبر2012ء بروز اتوار صبح 6 بجے انتقال فرماگئے۔

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے''

آپ کی نماز جنازہ 7اکتوبر2012ء بعد از نماز عصر جامع دارالسلام میں محترم عامرعزیز صاحب نے پڑھائی۔جنازہ پڑھانے سے پہلے جناب عامرعزیز صاحب نے فرمایا کہ میں جب انجمن میں بطور سیکرٹری خدمات سرانجام دینے کے لئے آیا تو میں نے فیض الرحمٰن صاحب کو کہا کہ آپ کا ڈیوٹی ٹائم مقرر نہیں۔آپ جب چاہیں دفتر آئیں اور جب چاہیں چلے جائیں لیکن فیض الرحمٰن صاحب نے کبھی اس سہولت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔آپ ہمیشہ وقت مقررہ پر دفتر آتے اور وقت پر چھٹی کرتے۔کبھی کبھی تو آپ دفتری اوقات کے بعد بھی کام کرتے رہتے۔

ہم ان تمام احباب کے بے حد مشکور ہیں جنہوں نے اس غم کی گھڑی میں شریک غم ہوکر ہمارے دُکھ کو برابر کا محسوس کیا۔اور ان تمام احباب کے بھی بے حد مشکور ہیں جو اندرون بیرون پاکستان سے بذریعہ ٹیلی فون اظہار تعزیت کرتے رہے۔اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اجر عظیم عطا فرمائے (آمین)۔

میں دارالسلام کے نوجوانوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے فیض الرحمٰن صاحب کی تیمارداری میں ہماری بہت مدد کی۔اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ خاص طور پر عامرعزیز صاحب اور انوار احمد صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بھائی فیض الرحمٰن صاحب کی بیماری سے لے کر ان کی تدفین تک ہر قسم کی سہولت مہیا کی۔خدا ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔آمین

میں آخیر میں دعا کرتا ہوں کہ خدا ہمیشہ ہمارے بھائی کو اپنی نور کی چادر میں لپیٹ کر رکھے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات دے اور اپنی رحمت سے نوازے۔آمین

☆☆☆☆

آئیں آکر جلسہ احباب میں شرکت کریں

مولانا مرتضٰی خان حسن مرحوم ومغفور

جن کو ناموسِ محمدؐ مصطفٰے کا پاس ہے
جن کے دل میں خدمتِ اسلام کا احساس ہے
جان و دِل سے جونثارِ حضرتِ دادار ہیں
دیں سے رکھتے ہیں محبت کفر سے بیزار ہیں
جن کے سینوں نہاں ہے آتشِ عشقِ نبی
دین کی خدمت کو سمجھتے ہیں جو رازِ زندگی
منسلک سلک اخوت میں ہیں جن کے جسم و جاں
جن کے چہروں پر عیاں ہیں نورِ ایماں کے نشاں
جن کے دل میں ہے محبت عیسیٰ موعود کی
ہاویِ برحق امامِ مہدی مسعود کی
آئیں آکر جلسہ احباب میں شرکت کریں
اور مل کر چارۂ دردِ دلِ ملت کریں

☆☆☆☆

قسط دوئم

نسخہ برائے قربت الٰہی

از: بشریٰ رحمٰن

بہت غور و فکر کرنے کے بعد یہی سمجھ آتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس مشینی دور میں انسان صرف ایک دنیاوی مشین بن چکا ہے۔ جس طرف دیکھو ایک عجیب سی بے چینی و اضطراب نے انسان کو اپنی قید میں کیا ہوا ہے۔ اور انسان سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بے بس ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

اس کی صرف اور صرف ایک ہی وجہ ہے ذات بابرکت سے دوری۔ رسمی ایمان، رسمی نمازیں، رسمی دعائیں اور ایک عجیب رسمی نظام کو ہم نے اپنا لیا ہے اور اگر کہیں سجدہ بھی ہے تو ادھورا ہے اور وہ بھی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہے۔

ایسی بھاگم بھاگ میں کس کو کس کی فکر۔ وضو، نماز، روزہ اور حقوق العباد اور حقوق اللہ کی کس کو فکر، جدید نسل کو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگی اور شب و روز اور سچی داستانوں سے متعلق کچھ سنا دیں تو جواب یہی ملتا ہے ''پرانے لوگوں کی باتیں چھوڑو'' (نعوذ باللہ)

جس معاشرہ میں رات کا کھانا 12 بجے کھایا جائے وہاں تہجد یا نماز فجر کا تصور بھی مشکل ہے۔ اور پہلے زمانہ میں صبح کی نماز نہ پڑھیں اور ایک رکوع قرآن کا نہ پڑھیں تو والدین ناشتہ نہیں دیتے تھے۔ اور آج ٹیلی ویژن پر رات کا اختتام ہوتا ہے اور شروعات بھی ٹیلی ویژن سے ہوتی ہے۔ ایسے گھرانوں میں موجود مقدس کتابیں بھی جو طاق میں رکھی ہوتی ہیں حسرت سے ان نوجوانوں، بچوں، بوڑھوں کو روزانہ دیکھتی ہیں اور پھر روز محشر کو یاد کرتی ہیں۔

یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو انسان کو خداوند کریم کی ذات بابرکت سے دور کرتی جا رہی ہیں۔ اتنا تو ضرور ہے کہ نماز اور دعا ہی وہ واحد راستہ ہے جو ہر قسم کے فسق و فجور، شر اور فساد سے بچاتا ہے اور جن امراض کا ذکر میں اس مضمون میں کر آئی ہوں ان کا علاج ''دعا'' ہے۔ حقیقی دوست کی محبت سچی لگن سے ملتی ہے اور حق و صداقت وہ حسن و جمال اور لباس ہے جس کو سدا رہنے والا دوست سب سے زیادہ پسند کرتا ہے جو محنت شاقہ سے منزل ملتی ہے وہ اللہ اور اس کے آخری رسول کی محبت سے اور پیروی سے ملتی ہے۔ یہ محبت جن کو ملی ہے ان کا درجہ ہی کچھ اور ہے مگر طریق بتلا گئے ہیں اور **اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم** نسخہ کے اثرات معتدل بھی ہیں۔ ان اثرات کو متوازن بنانے میں قبل از نسخہ پانی یا مسح کے استعمال سے بھی چھوٹے چھوٹے امراض دور ہو جاتے ہیں۔ سائنس بھی ثابت کرتی ہے کہ وضو میں اعضائے جسمانی پر پانی بہانے سے جسمانی تر و تازگی ملتی ہے۔ اور یہی نماز اور دعا کا نسخہ ہے کہ اصل دائمی صحت یابی کے لئے اللہ کی رضا سجدوں میں، نماز میں مانگے اور اتنی عاجزی و انکساری سے اس کا استعمال کرے کہ رحمت خداوندی جنبش میں آ جائے اور فضل کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھل جائیں۔ نماز خدا کی محبت کا نام ہے کہ خداوند کریم کا خوف انسان کے دل میں لگا رہے۔

قرآن کریم میں ذکر ہے: ''یعنی اے میرے بندو! تم مجھے یاد کیا کرو اور میری یاد میں مصروف رہا کرو، میرے انعامات کی قدر کیا کرو اور کفر نہ کیا کرو''۔ معلوم ہوا ذکر الٰہی کا ترک اور اس سے غفلت کا نام کفر ہے۔

پانچ وقت کی نماز صرف نمونہ کے طور پر ہے۔ خدا کی یاد میں ہر وقت دل لگا رہنا چاہیے۔ جتنی دور منزل ہوگی انسان کو اتنا ہی چلنا پڑتا ہے۔ سو خداوند کریم تک پہنچنا بھی ایک منزل ہے اور یہ بہت دور ہے۔ پس جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے اور اس کے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کے واسطے نماز ایک گاڑی ہے۔ جس پر سوار ہو کر وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں جلد پہنچ سکتا ہے اور جس نے نماز ترک کر دی وہ کیا پہنچے گا۔ جب سے مسلمانوں نے نماز کو ترک کیا ہے یا بے دلی سے ایک عام سا کام سمجھ کر کیا ہے تب ہی سے ہماری حالت زوال میں آئی ہے۔

وہ زمانہ جس میں نمازیں سنوار کر پڑھی جاتی تھیں۔اور اسی تضرع خشوع اور خضوع کی عبادات سے ایک دفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا۔اور جب نماز کو ترک کیا مسلمان متروک ہو گئے۔درد دل سے استعمال کیا ہوا نسخہ ہی انسان کی تمام امراض کا علاج ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ اکثر کسی مشکل کے وقت دعا کی جاتی ہے، ابھی نماز میں بھی ہوتے ہیں کہ خدا نے اس امر کو حل اور آسان کر دیا ہوتا ہے'' پھر ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے ''جو سنتا تھا وہ بولتا ہے''۔

وہ خدا اب بھی بنا تا ہے جسے چاہے کلیم۔اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار اور پکارنے والے کو جواب دیتا ہے ''تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا''۔

پنجگانہ نمازیں کیا ہیں؟

ہم سب کی زندگی کے لازم حال پانچ ہیں جو مصیبت کے وقت ہم پر نازل ہوتے ہیں اور ہماری فطرت کے لئے ان کا وارد ہونا ضروری ہے۔

(۱): جس وقت معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت آنے والی ہے جیسے کہ عدالت سے کوئی وارنٹ ہمیں موصول ہو۔یہ پہلی حالت ہے جس نے ہماری خوشحالی اور تسلی میں خلل ڈال دیا۔سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے ہماری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی۔جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(۲): دوسرا تغیر ہم پر اس وقت آتا ہے جب ہم مصیبت کے قریب پہنچ جاتے ہیں مثلاً جس وقت ہم موصول شدہ وارنٹ کے ذریعہ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور خوف سے خون خشک اور تسلی کا نور کم ہونے لگتا ہے۔اس وقت ہماری حالت اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب کا نور کم ہو جاتا ہے اور آفتاب پر نظر جم سکتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ اب سورج غروب ہونے والا ہے۔اس روحانی حالت کے مقابل پر ''نماز عصر'' ہوئی۔

(۳): تیسرا تغیر ہم پر اس وقت آتا ہے جب مصیبت سے نجات کی امید بالکل منقطع ہو جاتی ہے جیسے ہمارے نام فرد قرارداد جرم لکھی جاتی ہے اور ہماری ہلاکت کے خلاف گواہ بھی گزر جاتے ہیں۔یہ وہ وقت ہے جب ہمارے حواس خطا ہو جاتے ہیں اور ہم اپنے آپ کو قیدی جان لیتے ہیں سو یہ حالت اس وقت مشابہ ہے جبکہ سورج غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں۔اس روحانی حالت کے مقابل پر ''نماز مغرب'' ہے۔

(۴): چوتھا تغیر اس وقت ہم پر آتا ہے جب ہم پر مصیبت وارد ہو ہی جاتی ہے اور اس کی تاریکی اور خوف ہمارا گھیرا کر لیتی ہے سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ رات پڑ جاتی ہے اور سخت اندھیرا ہو جاتا ہے۔اس روحانی حالت کے مقابل پر ''نماز عشاء'' ہے۔

(۵): پھر جب ہم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کا جوش ہمارے اوپر رحم فرماتا ہے اور اس تاریکی سے ہمیں نجات دیتا ہے یعنی رات کے بعد سویرا طلوع ہوتا ہے اور دن کی روشنی کی چمک نکھرتی ہے۔سو اس روحانی حالت کے مقابل پر ''نماز فجر'' مقرر ہوئی۔اور خدا نے ہمارے لئے فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں دے کر پانچ نمازیں ہمارے لئے مقرر کیں۔اس سے ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ نمازیں یہ نسخہ خاص ہماری روحانی دنیاوی صحت کے لئے مقوی اور فائدہ مند ہیں اور نفس کے جگر کا خون صاف ہو جاتا ہے اور ہر قسم کے جان لیوا مرض اور یرقان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔اور یقینی طور پر آپ اور ہم ان امراض جان لیوا سے محفوظ ہو سکیں گے۔لہٰذا نسخہ کے استعمال میں ہرگز کوتاہی نہ کرو۔

نمازوں اور دعا کو ہرگز ترک نہ کرو۔کیونکہ یہ ہم سب کی اندرونی اور روحانی تغیرات ہیں۔نمازیں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔ہمیں معلوم نہیں جو بھی نیا دن چڑھے گا کس قضا و قدر کو ہمارے لئے لاوے گا۔پس اس سے قبل کہ دن چڑھے۔مولیٰ جناب میں تضرع کریں کہ ہمارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔

قرآن کریم میں ہے:

ترجمہ:''نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو''

مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:''جو کچھ ہے دعا ہی ہے اور اس پیرانہ سالی میں گونا گوں تجارب سے یہی حاصل ہوا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی شئی نہیں۔

نہ سفید کو سیاہ کر سکتے ہیں، نہ پرانے کو نیا۔ پس لازم ہے کہ توکل کو ہاتھ سے نہ دے۔ اگرچہ انسان کو بشریت کے تقاضا سے اضطراب ہوتا ہے مگر وہ خاصہ بشیریت ہے اور سب انبیاءؑ بھی اس میں شریک ہیں۔ جیسے کہ جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اضطراب ہوا تھا۔ مگر عام لوگوں میں اور انبیاءؑ میں یہ فرق ہے کہ عام لوگوں کی طرح اضطراب میں یاس کبھی نہیں ہوتی۔ ان کو اس امر پر پورا یقین ہوتا ہے کہ خدا ضائع کبھی نہ کرے گا۔ میرا یہ حال ہے کہ اگر مجھے جلتی ہوئی آگ میں بھی ڈالا دیا جاوے تو بھی یہی خیال ہوتا ہے۔ خدا کبھی ضائع نہ کرے گا۔ اضطراب تو ہوگا کہ آگ ہے اس سے انسان جل جاتا ہے مگر امید ہوتی ہے کہ ابھی آواز آوے گی ''یا نار کونی بردأوسلام علی ابراہیم'' لیکن دوسرے لوگوں کے اضطراب میں یاس ہوتا ہے۔ خدا پر ان کی توقع نہیں ہوتی بشیریت سے اضطراب پیش آتا ہے۔ ایمان اسے دفع کرتا ہے۔

فرمان مسیح موعود علیہ السلام:

''چاہیے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ کہ کسی دباؤ کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہ ہو سکے۔ کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں ہو سکتی۔

خدا تعالیٰ میں ایک قسم کا وہ فیض ہے جو دعا کرنے سے وابستہ ہے اور بغیر دعا کے کسی طرح نہیں مل سکتا گویا قرآن شریف کی اصطلاح کی رو سے خدا تعالیٰ رحیم اس حالت میں کہلاتا ہے جبکہ لوگوں کی دعا اور تضرع اور اعمال صالحہ کو قبول فرما کر آفات اور بلاؤں اور تضیع اعمال سے ان کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور دعا کرو یا الٰہی میں اک ترا گنہگار بندہ ہوں اور افتادہ ہوں میری راہنمائی کر ادنیٰ اور اعلیٰ سب حاجتیں سب خدا سے مانگو بغیر شرم کے کہ اصلی معطی وہی ہے بہت نیک وہی ہے جو بہت دعا کرتا ہے۔

میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ نسخہ بغیر کسی فیس کے ہمیں پیدائشی طور پر حاصل ہے اور یہ انبیاء علیہ السلام، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، مجددینؒ، محدثینؒ، اولیاء اللہؒ کا آزمودہ ہے اور پھر کیوں مجدد اعظم کی جماعت اس مجرب نسخہ کے استعمال سے دونوں جہانوں کی تندرستی اور صحتیابی حاصل نہیں کرتی۔

☆☆☆☆

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جماعت کو نصیحت

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے۔ اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھریوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے۔ اور تمہیں بیتاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم، رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔

دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارقِ عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جاں تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنے صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں۔ مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اور خدا ہے۔ حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے۔

(''اسلام'' لیکچر سیالکوٹ صفحہ نمبر27-26)

☆☆☆☆

درس قرآن ۔ ۲۱

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا تو اس میں ایسی (مخلوق) بنائے گا جو اس میں فساد کرے اور خون گرائے۔ اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔ فرمایا میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور آدم کو سب کے سب نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور کہا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے کہا تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں مگر وہی جو تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو کامل علم والا حکمت والا ہے۔''

میں نے پچھلے درس میں اس رکوع کے بارہ میں جو بحث بطور تمہید کی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱): لفظ قال جو اس رکوع میں بار بار آتا ہے۔ اس کے معنی صرف زبان سے کہنا نہیں بلکہ زبان حال سے یعنی اپنی حالت سے کسی بات کا ظاہر کرنا یا اپنے فعل سے کسی بات کو ظاہر کرنا بھی آتے ہیں۔ یا دل میں جو خیال گذرے اس کے لئے بھی لفظ قال آتا ہے۔

(۲): قرآن کریم میں جن واقعات کا ذکر آتا ہے۔ وہ ضروری نہیں کہ تسلسل سے یا بیک وقت واقع ہوئے ہوں بلکہ ان کے درمیان لمبی مدت کے وقفے بھی ہو سکتے ہیں۔

(۳): آدمؑ اور حوا کے واقعہ میں تمام نسل انسانی کے باطنی حالات مضمر ہیں۔ جب تک اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین نہ کر لیا جائے ہم اس رکوع کو بخوبی نہ تو سمجھ سکیں گے نہ اس سے فائدہ اور ہدایت پا سکیں۔

(۴): نسلِ انسانی کی دنیاوی اور دینی خلافت یعنی اللہ تعالیٰ کے دنیاوی علوم اور قدرت سے انسان کو حصہ ملنے اور دینی بمعنے روحانی اور اخلاقی علوم الٰہی سے انسان کو حصہ ملے، یوں انسان کو دنیاوی اور دینی بھلائی اور ہدایت کے پیچیدہ اور مشکل بلکہ دقیق مضمون کو ایک نہایت عام فہم واقعہ کے رنگ میں اس خوبی سے قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ ایک عام آدمی بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ایک عالم اس کی گہرائیوں میں اتر کر اس سے بہت سے باطنی راز اور حقائق معلوم کر سکتا ہے۔

پچھلے رکوع کو اللہ تعالیٰ نے اس بات پر ختم فرمایا تھا کہ زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اس نے انسانوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا جہاں انسانوں کی اگلی زندگی ہے تو انہیں نہایت عمدہ سات آسمان بنایا۔ چونکہ زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اس لئے اس کا مکمل علم اسے ہی ہے۔ وہ ہی انسانوں کو اس علم میں سے حصہ دے سکتا ہے۔ اور جہاں تک اگلے جہانوں کا تعلق ہے ان کا علم تو بہر حال اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں جس نے انہیں بنایا ہے۔ اور اس علم میں سے بھی وہی چاہیے تو انسان کو جتنا ضروری سمجھے علم دے اور ان تمام علوم کو دینے کا ذریعہ وحی والہام ہے۔ اور انسان کی اس زمینی زندگی اور اس کی آسمانی زندگیوں میں یہ تعلق ہے کہ انسان کی زمینی زندگی وہ فرش ہے، بنیاد ہے جس پر اس کی آسمانی زندگی کی عمارت تعمیر ہوتی ہے جیسا کہ پچھلے رکوع کے شروع میں فرمایا تھا۔

موجودہ رکوع میں جو واقعہ کے رنگ میں ہے مندرجہ ذیل زبردست رازوں پر سے آج سے ۱۴۰۰ سال قبل پردہ اٹھایا جبکہ اس زمانہ میں ان رازوں میں سے کوئی بھی لوگوں کو معلوم نہ تھا، اور آج بھی لوگوں کی آنکھیں ان سے اندھی ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو قرآن کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انسان کی ظاہری اور باطنی زندگی کے رازوں کو دیکھ سکتے ہیں:

(۱): انسان اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔

(۲): انسان واحد مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ جو چاہے

کرے۔ انگریزی میں اسے Freedom of will کہتے ہیں۔ حیوانات اور پرندے اوران سے اتر کر جو بھی جاندار مخلوق ہیں مثلاً درخت اور سبزیاں وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین میں جکڑے ہوئے ہیں۔ فرشتے تک **یفعلون مایومرون** یعنی جواللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے اسے بلا چوں وچراں پورا کرتے ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ **فعال نما یرید** یا **یفعل مایرید** ہے کہ جو چاہے کرتا ہے۔ اپنی اس صفت میں سے اس نے انسان کو بھی نوازا ہے کہ اسے اختیار ہے کہ جو چاہے کرے۔

(۳): اس اختیار کو اگر وہ غلط استعمال کرے تو انسان زمین میں فتنہ وفساد مچاتا ہے اور خون بہاتا ہے۔ اگر صحیح استعمال کرے تبھی وہ صحیح رنگ میں اللہ تعالیٰ کا اس زمین میں خلیفہ بنتا ہے۔

(۴): انسان کو صحیح معنوں میں خلیفہ بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو زمین اور اس کی ہر دولت اور نعمت کا خالق ہے اور اپنی تمام مخلوق کا مکمل علم رکھتا ہے انسان کو اپنے علم میں سے حصہ دیا۔ یہ علم بطور وحی والہام انسان کو ملا۔ وحی کے معنی اشارہ سریع یعنی انسان کے قلب میں تیز اشارہ کے ہیں۔ اسی ذریعہ سے سائنس کے تمام علوم انسان کو ملے۔

(۵): اس علم کے نتیجہ کے طور پر انسان کو اس زمین کی طاقتوں پر قدرت بھی ملی جس کا نظارہ ہم اس زمانہ میں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ فرشتے جو ہر طاقت اور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور انچارج کے ہیں۔ ان کا انسان کو سجدہ کرنا انہی معنوں میں ہے کہ قدرت کی ہر طاقت انسان کی فرمانبردار ہوتی جارہی ہے۔

(۶): تمام مخلوق میں صرف ایک ہستی ہے جو انسان کی فرمانبردار نہیں اور وہ شیطان ہے۔

(۷): انسان کو اس دنیا میں جنت کی حالت میں رکھا گیا ہے اور اسے متنبہ کر دیا گیا کہ شیطان کی طرح وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمانبردار نہ بنے ورنہ وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

(۸): مگر آدم اور حوا کی طرح اکثر مرد وزن بدقسمتی سے شیطان کے بہکانے میں آجاتے ہیں۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے دنیاوی علوم یعنی سائنسز (Sciences) میں ترقی کر کے اور اس کے نتیجہ میں قوائے فطرت یعنی نیچر کی طاقتوں پر قدرت حاصل کر کے مغربی اقوام نے بھی شیطان کی طرح **ابیو استکبر** کیا یعنی اللہ تعالیٰ کا انکار اور نافرمانبرداری کی اور اس کی وجہ وہ تکبر ہے جو علوم میں ترقی اور اس کے نتیجہ میں نیچر کی طاقتوں پر قدرت حاصل ہونے سے ان میں پیدا ہو گیا۔ ان کی اتباع میں آج اکثر دنیا اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار نہیں رہی۔

(۹): اس کے نتیجہ میں انسان اس ظاہری اور اس سے بڑھ کر باطنی جنت سے نکل گیا جس میں اسے پیدا کیا جاتا ہے۔

(۱۰): اس کھوئی ہوئی جنت کو انسان صرف اس وحی والہام کی فرمانبرداری کر کے دوبارہ حاصل کرسکتا ہے۔ جو انسان کو بچانے کے لئے وقتاً فوقتاً الہامی کتابوں کی شکل میں نازل ہوتا رہا مگر چونکہ وہ کتابیں کھوئی گئیں یا ان میں تحریف اور ردوبدل ہو گیا اس لئے اب قرآن کو مکمل ہدایت بنا کر اور خدائی ہاتھوں میں محفوظ کر کے نسلِ انسانی کے لئے بھیجا گیا ہے۔ قرآن وہ نور یعنی باطنی روشنی ہے جو انسان کے تمام باطنی امور جن میں شیطان اور نیکی و بدی اور صحیح راستہ اور غلط راستہ غرض ہر باطنی بات کو واضح کرتی ہے اور انسان کو بتاتی ہے کہ کس طرح وہ اپنے گمراہ کرنے والے شیطان کو اپنا اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار کرسکتا ہے اور اس طرح دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی جنت کو پاسکتا ہے۔ خواہ وہ اس دنیا میں دل کی جنت ہو یا آخرت کی ظاہر اور باطن کی جنت۔ ان عظیم الشان مضامین اور باطنی رازوں کو ایک دلچسپ واقعہ کے رنگ میں بیان فرما کر قرآن حکیم نے عوام الناس کے لئے ان باطنی رازوں کو سمجھنا آسان کر دیا ہے۔ وہ واقعہ تھا حضرت آدمؑ اور اماں حوا کا۔ مگر جیسا کہ میں پچھلے درس میں قرآن کے حوالے سے بتا آیا ہوں اس کا مضمون تمام نسلِ انسانی پر بھی صادق آتا ہے۔ اس سے پچھلے رکوع کو اس مضمون پر ختم فرمایا تھا کہ تم اللہ کا کس طرح انکار کرتے ہو جبکہ اس نے تمہیں جو مردہ تھے یعنی کوئی زندگی نہ رکھتے تھے نہ صرف نیست سے ہست کیا بلکہ زندگی جیسی نعمت بخشی اور تمہیں موت دے کر دوبارہ زندگی دے گا جو ابدی ہوگی۔ پھر زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب تمہارے لئے بنایا۔ پھر آسمانوں میں تمہاری اگلی زندگی کو سات آسمانوں میں رکھا۔ یعنی یہ کہ مرنے کے بعد بھی انسانوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی ہوتی رہے گی۔ اور اس زمین میں جو کچھ ہے اس کو پیدا کرنے والے کا علم یقینی طور پر کامل ہے نہ صرف ان تمام چیزوں کے متعلق بھی بلکہ اس کے متعلق بھی کہ اس زمینی زندگی کو کس طرح گذارا جائے تا کہ اس سے صحیح بنیاد پڑے۔ آسمانی زندگیوں کیلئے جن کا کامل

علم بھی ان کو پیدا کرنے والے کو ہی ہے۔اب اس رکوع میں پہلے انسان کی زمینی زندگی کو لیا۔اس کا حال سنیے۔

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں''۔فرشتوں سے کہنا اس لئے ضروری تھا کہ وہ کائنات کی ہر طاقت اور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ انچارج ہیں۔**ملکۃ ملک** سے ہے جس کے معنی ہیں اس نے اختیار حاصل کیا یا چارج لیا۔تو فرشتوں کے اہم فرائض میں سے کائنات کی ہر چیز اور ہر طاقت کا انچارج ہونا ہے۔**ملکۃ** کے ایک دوسرے معنی (اس کا مصدر الالک سے لے کر جس کے معنی ہیں بھیجنا) یہ ہیں کہ وہ خدا کے پیغامبر بنا کر بھی بھیجے جاتے ہیں جیسے کہ مثلاً حضرت جبرائیلؑ خدا کی الہامی کتابوں کو لے کر بھیجے جاتے تھے۔مگر رسالت یا پیغامبر کا کام چیدہ فرشتوں کا ہے۔عام طور پر اور اکثر فرشتوں کا کام خدا کی مخلوق پیدا اور ہر قانونِ الٰہی پر جو اس کائنات میں کام کر رہا ہے اور ہر چیز پر خدا تعالیٰ کی طرف سے انچارج ہونا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء اور احکام کے مطابق یہ کائنات چلتی رہے۔اب چونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت نے یہ چاہا کہ زمین میں انسان کو پیدا کیا جائے اور اسے اللہ تعالیٰ کا خلیفہ یا نائب یا قائمقام بنایا جائے تو فرشتوں کو جن پر بھی انسان نے نیابت یا ایک رنگ میں حکومت کرنی تھی جیسا کہ میں آگے چل کر اسی رکوع کی متعلقہ آیت سے انشاء اللہ بتاؤں گا تو فرشتوں کو اس اہم فیصلہ کی اطلاع دینا ضروری تھا۔

کس قدر انسان پر احسان اللہ تعالیٰ کے ہیں۔نہ صرف انسان کی نیست سے ہست کیا بلکہ زمین کی تمام کی تمام نعمتیں انسان کے لئے بنائیں اور اب فرمایا کہ انسان کو اس زمین میں اپنا نائب اور حکمران بنایا جس کو اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت میں سے حصہ ملنا تھا اور اختیار دیا جانا تھا۔کائنات کی کسی اور مخلوق کو Freedom of will حاصل نہیں یعنی یہ کہ وہ جو چاہے کرے بلکہ یہ صفت جو صرف خدا کی تھی کہ **یفعل مایرید یافعال لما یرید** یعنی جو چاہے کرے اب انسان کو بھی بطور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کے ملنی تھی۔اسی بات کو جان کر فرشتوں کے دل میں وہ خیال گذرا جس کا کہ اس آیت کے اگلے الفاظ میں یوں ذکر ہے:

''کیا تو اسے بنائے گا جو زمین میں فساد کرے اور خون گرائے گا''۔یعنی یہ خطرہ ہے کہ انسان اپنے اختیار کا صحیح استعمال نہ کرے اور یوں زمین میں فساد پیدا ہو اور خون بہایا جائے۔اگر چہ ان الفاظ میں فرشتوں کے لئے قالو آیا ہے جس کے معنی عام طور پر کیے جاتے ہیں کہ انہوں نے کہا، مگر میں وہ معنی نہیں اختیار کرتا اس لئے کہ قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بغیر اجازت کے بات کرے یا وہ بات کہے جو کہ درست نہیں اور وہ بھی اعتراض کے رنگ میں جس میں گستاخی کا پہلو بھی ہو۔قرآن دوسری جگہ فرماتا ہے:

یعنی اللہ تعالیٰ ''آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس کا رب ہے جو بے انتہا رحم والا ہے۔اس سے کوئی بات کرنے وہ اختیار نہیں رکھتے۔جس دن انسانوں کی روحیں اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے وہ کوئی بات نہ کر سکیں گے، سوائے اس کے جسے رحمان اجازت دے اور وہ درست بات کرے''(النبا۷۸،۳۷تا۳۸)

اسی لئے میں نے یہاں قالو جو فرشتوں کے لئے آیا ہے اس کے معنی ان کے دل میں خیال گذرا کے کئے ہیں۔جو جائز معنی ہیں جیسا کہ میں پچھلے درس میں بتا آیا ہوں۔مگر چونکہ فرشتے جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے۔اس لئے انہوں نے فوراً کہا:

یعنی انہوں نے اپنے دلوں میں اس خیال کے گذرنے پر (جو وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہ تھا) فوراً معذرت کی کہ ہم تجھے بے عیب اور تعریفوں والا جانتے ہیں یعنی ضرور تیرا وہ فیصلہ بے عیب اور تعریفوں والا ہوگا۔اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''میں وہ علم رکھتا ہوں جس کا تم علم نہیں رکھتے''۔یعنی انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے اختیار دیا جائے کہ وہ جو چاہے کرے۔ورنہ جو فعل مجبوراً کیا جائے اس کی نہ تو خوبی ہوتی ہے نہ برائی۔خوبی تو تب پیدا ہوتی ہے کہ انسان کو اختیار تھا کہ وہ بدی کرے مگر اس نے بدی نہ کی بلکہ نیکی کی۔رہا فساد اور خون خرابہ تو اس کی ذمہ داری انسان پر ہوگی اور وہ اس کی سزا پائے گا اگر اس دنیا میں نہیں تو آخرت میں اور یوں اس کی اصلاح ہوگی۔اور جو مظلوم ہوں گے ان کو اس کا نیک اجر دیا جائے گا۔جس طرح کہ مثلاً بیماری بذات خود بری چیز ہے مگر اس سے انسان میں صبر اور قوت برداشت پیدا ہوتی ہے اور بیماری کو صبر اور تحمل سے سہنے کا انسان کو اجر ملے گا۔یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شدید بیماریاں انسان کو شہادت کا مقام عطا کرتی ہیں۔

☆☆☆☆

میجر (ر) اعجاز الحق بٹ صاحب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن و حدیث اور انجیل کی روشنی میں

قرآن کی رُو سے

قرآن پاک میں مندرجہ ذیل آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اور یقیناً ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اس کے پیچھے اور رسول آئے اور حضرت عیسیٰ بن حضرت مریم کو معجزے دیئے اور قوت دی روح القدس سے۔۔۔'' (البقرہ ۲/۸۷)

''کہو ایمان لائے ہم اللہ پر اور جو کچھ اس نے اتارا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف اور جو کچھ دیا گیا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو اور جو کچھ دیا گیا دوسرے پیغمبروں کو۔۔۔'' (البقرہ ۲/۱۳۶)

''یہ کہ بعض پیغمبروں کو بعض پیغمبروں پر ہم نے بزرگی دی اور ان میں سے بعض سے اللہ نے باتیں کی اور بعض کے درجے بلند کئے اور حضرت عیسیٰ کو ہم نے ظاہر دلیلیں دیں اور قوت دی ہم نے اُس کو روح القدس سے اور اللہ چاہتا تو بعض لوگ ان کے پیچھے جو آئے نہ لڑتے۔۔۔'' (البقرہ ۲/۲۵۳)

''جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم یقیناً اللہ تم کو بشارت دیتا ہے ایک بات اور جس کا نام مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا جو آبرو والا اس دنیا میں اور آخرت میں اور مقربوں میں سے اور باتیں کرے گا جھولے میں اور ادھیڑ عمر میں اور صالحوں میں سے ہے۔ کہا میرے رب کیسے مجھ کو بچہ ہوگا اور مجھے کسی انسان نے مس نہیں کیا اور اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اور جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کہہ دیتا ہے ہو جا سو ہو جاتی ہے۔ اور اس کو اللہ کتاب سکھائے گا حکمت تورات اور انجیل اور انجیل اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا اور یقیناً میں آیا ہوں تمہارے پاس اپنے رب سے نشانیاں لے کر کہ میں بناتا ہوں مٹی سے پرندے اور اللہ کے حکم کے مطابق میں ان میں پھونکتا ہوں سو وہ ہو جاتے ہیں جانور اور اچھا کرتا ہوں اندھوں کو کوڑی کو اور زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور خبر دیتا ہوں تم کو اس چیز کی جو تم کھاتے ہو اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں اور یقیناً اس میں تم لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں اگر تم ایمان والے ہو اور اس بات کی تصدیق کرنے والا جو تمہارے پاس ہے تورات ہے اور تمہارے لئے بعض چیزیں حلال کروں اور بعض حرام کروں اور تمہارے لئے نشانی لایا ہوں اپنے رب کی طرف سے پس تم ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ میرا اور تمہارا رب ہے۔ اس کی عبادت کرو اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور جب دیکھا عیسیٰ نے کہ میرے ساتھ کفر کیا گیا ہے تو اس نے اپنے حواریوں کو کہا کون تم میں سے میری مدد کرنے والا ہے اللہ کے لئے تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے سو تم گواہ رہو کہ ہم ایمان لائے رب پر جو تم پر اتارا گیا اور پیروی کی ہم نے رسول کی سو تم ہم کو گواہوں میں لکھ لو۔

اور انہوں نے تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر خیر کی تدبیر کرنے والا ہے۔ اور جس وقت اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے عزت دینے والا ہوں اور پاک کرنے والا ہوں ان لوگوں سے جو کافر ہوئے اور ان لوگوں کو قوت دینے والا ہوں جو تیری پیروی کریں گے ان لوگوں پر جو کافر ہوئے قیامت تک اور تم میری طرف آؤ گے۔ اور پھر میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان جن میں تم اختلاف کرتے تھے اور ان لوگوں کو عذاب دوں گا جو کفر کرتے تھے اس دنیا میں اور آخرت میں اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں اور جو لوگ اچھے عمل کریں گے اور ایمان لائیں گے ان کو ثواب ملے گا اور یقیناً اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور یقیناً حضرت عیسیٰ کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے کہ آدم کو پیدا کیا مٹی سے اور کہا ہو جا سو وہ ہو گیا۔ اور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور تم شک نہ کرو اور اب اگر کوئی تم سے جھگڑے تو ان سے کہو کہ لے آؤ اپنے بیٹوں کو اور عورتوں کو اور پھر اللہ سے التجا کرو اللہ جھوٹوں پر لعنت کرے۔'' (آل عمران ۳/۴۵ تا ۶۱)

''اور ان کا کہنا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل کیا جو اللہ کا رسول تھا کہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ سولی دی لیکن وہ شبے میں ہیں۔ وہ اس بات پر اختلاف

کرتے ہیں اور شک میں ہیں اور ان کو کوئی علم نہیں وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور انہوں نے یقیناً اس کو مارا نہیں ۔ بلکہ اللہ نے اس کا رفع کیا یعنی عزت دی اپنی طرف سے اور اللہ غالب حکمت والا ہے اور یقیناً اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو مرنے سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور وہ روز قیامت ان پر گواہ ہوگا۔۔۔'' (النساء۴/۱۵۶تا۱۵۹)

''اور یقیناً ہم نے وحی بھیجی تمہاری طرف جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح کی طرف اور پیغمبروں پر جیسے حضرت ابراہیم ،حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب پر ان کی اولاد حضرت عیسیٰ اور حضرت ایوب، یونس اور ہارون اور حضرت سلیمان اور حضرت داؤد پر زبور بھیجی۔۔۔'' (النساء۴/۱۶۳)

اور مت کہو سوائے سچ کے اللہ پر کہ حضرت عیسیٰ حضرت مریم کا بیٹا اللہ کا پیغمبر اور اللہ کا کلمہ اور اللہ نے اس کو حضرت مریم میں القاء کیا اور وہ روح ہے اس کی طرف سے پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور رسول پر اور نہ کہو تین خدا ہیں اللہ صرف ایک اور پاک ہے اور اس کی کوئی اولاد نہیں اور اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین ہے۔ اور اللہ کافی ہے اور کارساز ہے۔ حضرت عیسیٰ ہرگز انکار نہ کرے گا کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔۔۔'' (النساء۴/۱۷۱تا۱۷۲)

''یقیناً وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی ہے مسیح کا بیٹا ہے۔ کہو کون اختیار رکھتا تھا جب اللہ نے حضرت مسیح ابن مریم کو مارنا چاہا اور اس کی ماں کو اس زمین کے اندر۔۔'' (المائدہ۵/۱۷)

''اور پھر اس کے بعد ہم نے حضرت عیسیٰ بن مریم تصدیق کرنے والا جو اس کے آگے تھا۔ تورات میں اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت ہے اور نور ہے۔ اس کی تصدیق کرتا ہے جو اس کے آگے ہے۔ تورات میں ہدایت نصیحت پرہیزگاروں کے۔۔۔'' (المائدہ۵/۴۶)

''اور یقیناً وہ لوگ کافر ہوئے جو کہتے ہیں مسیح ابن مریم اللہ ہے۔ مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل ایک اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور جو اللہ کے ساتھ شریک کرے ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ اور یقیناً وہ کافر ہوئے جو کہتے ہیں کہ اللہ تیسرا ہے تین کا کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر اللہ اور اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کے لئے دوزخ ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم صرف رسول ہے ان سے پہلے رسول گذر چکے اور اس کی ماں سچی تھی اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھ کس طرح ہم مثالیں بیان کرتے ہیں اور وہ کیسے پلٹ جاتے ہیں''۔ (المائدہ۵/۷۲تا۷۵)

''لعنت کئے گئے وہ لوگ جو کافر ہوئے بنی اسرائیل حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے۔ کیونکہ وہ حد سے تجاوز کرتے تھے اور نافرمانی کرتے تھے'' (المائدہ۵/۷۲تا۷۵)

''جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تم پر اور تمہاری ماں پر کی اور تیری مدد کی روح القدس سے جب تم باتیں کرتے تھے۔ جھولے میں اور ادھیڑ عمر میں اور جس وقت سکھلائی تم کو کتاب اور حکمت دی توریت اور انجیل دی اور جب تو مٹی سے پرندے بناتا تھا اور میرے حکم پر ان پر پھونکتا تھا تب وہ پرندہ ہوجاتا تھا اور ٹھیک کرتا تھا کوڑی اللہ کے حکم سے اور مردوں کو زندگی دیتا تھا اور جب تم کھلی دلیلیں لائے تو بنی اسرائیل نے کفر کیا اور کہا یہ کھلا جادو ہے۔ اور جب ہم نے وحی بھیجی حواریوں کی طرف کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسولوں پر تو انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کے حواریوں نے کہا اے عیسیٰ کیا رب ہمارے اوپر مائدہ آسمان سے اتار سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ نے کہا ڈرو اللہ سے اگر تم ایمان والے ہو۔ انہوں نے کہا ہم ارادہ کرتے ہیں کہ ہم کھائیں اس سے اور آرام پائیں ہمارے دل اور ہماری جانیں یقیناً کہا انہوں نے تم ہم پر گواہ رہنا۔ اور عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ ہمارے رب، ہم پر مائدہ آسمان سے اتار جو ہمارے لئے عید اول ہو اور آخر ہو اور نشانی ہو بے شک تو بہترین رزق دینے والا ہے۔ اور جب کہے گا اللہ عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود مانو ساتھ اللہ کے۔ وہ کہے گا پاک ہے تو یہ میرے لئے نہ ہے کہ میں کہوں وہ چیز کہ نہیں واسطے میرے حق۔ اگر میں نے کہا ہو تو یقیناً آپ جانتے ہیں جو میرے جی میں ہے اور میں نہ جانتا ہوں جو آپ کے جی میں ہے۔ بے شک تو غائب کا جاننے والا ہے۔ میں نے صرف یہی کہا ہے جس کا تم نے مجھے حکم دیا تھا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب اور آپ کا رب ہے۔ اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا پس جب تو نے مجھے فوت کردیا تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے گا تو تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے گا تو تیرے ہی بندے ہیں۔ بے شک تو غالب حکمت والا ہے''۔ (المائدہ۵/۱۱۰تا۱۱۸)

(بقیہ آئندہ)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔۵۔عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

جلسہ سالانہ پر رختِ سفر تازہ کریں

محمد اعظم علوی

ولولے تازہ کریں قلب و نظر تازہ کریں — جلسہ سالانہ پر رختِ سفر تازہ کریں

نرگسِ ایّام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر — زخمِ دل تازہ کریں زخمِ جگر تازہ کریں

عہدِ ماضی کے تبسم خیز پیمانوں کے ساتھ — آج کی رنگینی شام و سحر تازہ کریں

پھر امامِ وقت کے ارشاد کی تعمیل میں — گرمی ایمان سے ہر دل پر اثر تازہ کریں

ہوگا نکہت آفریں اقوامِ عالم کا مزاج — گلبنِ اخلاص ہستی کو اگر تازہ کریں

نور کے سانچے میں ڈھل سکتے ہیں مسجد کے چراغ — ہم اگر دل میں ضیائے معتبر تازہ کریں

راحتِ کونین بن جائیں ہماری کوششیں — حرف قرآنی سے تقدیرِ بشر تازہ کریں

پھر بہ پاس آشتی ہمدردیوں کا درس دیں — پھر بہ نامِ امنِ فکر بے ضرر تازہ کریں

جن پہ ہے علوی اساس عظمت و تقدیسِ قوم
اِن روایاتِ کُہن کو سربسر تازہ کریں

جلسہ سالانہ میں شرکت کریں

مرتضی خان حسن مرحوم و مغفور

آؤ مل کر دین کی خدمت کریں ‏ ‏ ‏ داروئے دردِ دلِ ملّت کریں

گریہ وُزاری کریں ہم پیشِ حق ‏ ‏ ‏ اور سوالِ وسعت و رفعت کریں

روشنی قرآن سے حاصل کریں ‏ ‏ ‏ اور طلب اللہ سے نصرت کریں

دُنیا پہ رکھیں مقدم دین کو ‏ ‏ ‏ نذرِ دیں ہم مال اور دولت کریں

غِل و غش سے پاک رکھیں اپنے دل ‏ ‏ ‏ خادمانِ دیں کی ہم عزت کریں

ہو محبت اور پیار اپنا شعار ‏ ‏ ‏ قوم کے ہر فرد سے اُلفت کریں

آؤ اٹھیں لے کے ہم نامِ خدا ‏ ‏ ‏ اور حاصل عظمت و شوکت کریں

فرض ہے ہم پر بحکم میرزا ‏ ‏ ‏ جلسہ سالانہ میں شرکت کریں

مشکلیں گو لاکھ ہوں اس راہ میں ‏ ‏ ‏ دِل شکستہ ہوں نہ ہم ہمت کریں

☆☆☆☆☆